مشمولات

ھدیہ فی شمارہ =/10 روپیہ سالانہ =/120 روپیہ

بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ، لائف ممبر شپ =/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام ''ماہنامہ معارف رضا'' ارسال کریں چیک قابل قبول نہیں

رابطہ: 25 - جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی ۔ 74400، پوسٹ بکس نمبر 489

فون:- 021-7725150 - 092 - ، اسلامی جمہوریہ پاکستان (E.mail:marifraza@hotmail.Com)

(پبلشر، مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی۔ آئی۔ چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جس وقت آپ کے ہاتھوں میں ''معارف رضا'' کا یہ شمارہ پہنچے گا، حج کے مبارک مہینے کی آمد آمد ہوگی بلکہ حجاز مقدس کے لئے حجاج کرام کے قافلوں کی روانگی شروع ہو چکی ہوگی۔ سفر حج انسانی زندگی میں ایک بہت بڑی سعادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اس سے بہرہ مند ہونے والے اشخاص بلاشبہ بہت خوش نصیب ہوتے ہیں اس لئے کہ ''ایں سعادت بزور بازو نیست''۔ وہاں وہی جاتا ہے جسے وہاں کی حاضری کے لئے منتخب کرلیا جاتا ہے نہ جانے کتنے صاحب استطاعت وثروت خواہش کے باوجود اس بابرکت سفر کی سعادت سے محروم رہتے ہیں اور نہ جانے کتنے اصحاب محبت اپنی بظاہر بے سروسامانی کے باوجود اس سعادت کے حصول میں کامیاب رہتے ہیں۔ دراصل اس سعادت کا حصول فضل خداوندی اور نگاہ رسول النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دار ہے۔

''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ''

جسے چاہا در پہ بلا لیا، جسے چاہا اپنا بنا لیا یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

مناسک حج کا فلسفہ وحقیقت قرآن حکیم کی اس آیہ کریمہ کے بطن سے جھلکتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ ۲:۱۵۸)

(بیشک صفا ومروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں۔ تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات ارضی پر مکہ مکرمہ کی مرکزی سرزمین پر تمام دنیا کے انسانوں (اور جنوں) کے لئے ایک گھر بنایا اور اس کا نام ''کعبۃ اللہ'' رکھا۔ کعبۃ اللہ کی پہلی عمارت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنائی اور طوفان نوح کے وقت وہ آسمان پر

اٹھالی گئی پھر جب حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم پر کعبہ کی تعمیر تو شروع کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ابر بھیجا جو خاص اس بقعہ کے مقابل تھا جہاں کعبہ معظمہ کی عمارت تھی اس طرح حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کو کعبہ شریف کی جگہ بتائی گئی۔ آپ نے اس کی قدیم بنیاد پر کعبہ مکرمہ کی نئی عمارت تعمیر کی (خزائن العرفان)۔ جب تعمیر مکمل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ:

"وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ" (الحج ۲۲:۲۷) یعنی لوگوں میں حج کی عام ندا کرکے ان کو حج کے لئے بلاؤ

غور طلب بات یہ ہے کہ وہاں تو حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کے اہل خانہ اور بستی کے دو تین نفوس کے علاوہ کوئی آس پاس نہ تھا، پھر کس کو بلائیں اور کس کو آواز دیں؟ فرمایا! ہاں بوقبیس پہاڑ پر چڑھ کر آواز دو، لوگ اکناف عالم سے پاپیادہ اور (اپنے عہد کی) عادی سواریوں پر سوار دوڑے چلے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا، اس کے رسول معظم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی آواز تھی، بلند سے بلندتر ہوتی چلی گئی اور پھر تا قیامت آنے والی ساعتوں تک پھیلتی چلی گئی کہ آج تک اسی آواز پر سب لبیک کہتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک تفسیر یہ ہے کہ **"أَذِّنْ"** کا خطاب سید عالم ﷺ کو ہے چنانچہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا اور ارشاد کیا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا تو حسب استطاعت حج کرو۔ (خزائن العرفان)

حج کا لفظ ایک شرعی اصطلاح ہے اس کے لغوی معنیٰ قصد اور ارادے کے ہیں لیکن یہ صرف اسی ارادے اور سفر کے لئے بولا جاتا ہے جس میں طواف خانہ کعبہ، سعی صفا و مروہ اور وقوف عرفات وغیرہ کی نیت کی جائے، دوسری جگہ کے قصد و ارادے کیلئے خواہ وہ کتنا ہی مقدس کیوں نہ ہو، اس کا استعمال ہرگز نہیں کیا جاسکتا اور جو ایسا کرتا ہے یقیناً گمراہ ہے۔ اسی طرح ''عمرہ'' کا لفظ بھی اس زیارت کیلئے بولا جاتا ہے جو طواف وسعی کی نیت سے کی جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جن چیزوں کو ''شعائر اللہ'' فرمایا وہ عظمت والی نشانیاں ہیں، اسی طرح جن ایام کو ''ایام اللہ'' قرار دیا وہ ایام عظمت والے ہیں۔ لہٰذا ان عظمت والی نشانیوں کے قصد سے سفر کرنا اور ان کی زیارت کرنا منشاء الٰہی ہے۔ ان کی نسبت اللہ کے محبوب بندوں سے ہے، ان کی زیارت اللہ کے دوستوں اور محبوبوں کی یاد دلاتی ہے اور اللہ کے محبوبوں کی یاد سے اللہ کے ذکر کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ سورۂ فاتحہ شریف میں ہمیں یہی سلیقہ بتایا اور سکھایا جارہا ہے کہ اللہ کے دوستوں کی راہ سے مستغنی ہوکر سیدھا راستہ میسر نہیں آسکتا۔

وہ جہنم میں گیا، جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

اگر غور کیا جائے تو سفر ''حج'' سراسر محبت و ادب کا سفر ہے، اس میں عشق حقیقی کی ایک داستان پنہاں ہے۔ قدم قدم پر پیکر ادب بن کر رضائے الٰہی کی منزل تک پہنچنا پڑتا ہے۔ ہر لحہ جستجوئے نقوش حبیب میں مست و بے خود ہونا پڑتا ہے:

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

یوں تو اسلام کے ہر رکن کی ادائیگی اور قبولیت کا دارومدار محبت پر ہے لیکن تھوڑا سا غور کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ حج محبت کا نقطۂ عروج ہے۔ ملاحظہ ہو کہ تمام فخر و افتخار اور زیب و زینت کی آن بان اور لباس و شان سے مبرہ ہوکر محض اللہ اور اس کے رسول

مکرم ﷺ کی محبت اور خوشنودی کی خاطر تمام جائز امور و خواہشات سے دست کش ہو کر دو سادہ چادریں پہن کر وہ اپنا سفر شروع کرتا ہے پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر کعبۂ معظمہ کا جو ایک پتھر کی عمارت ہے، دیوانہ وار طواف شروع کر دیتا ہے کہ میرے آقا و مولا ﷺ نے اس کا طواف اسی طرح کیا تھا اور کرنے کا حکم بھی دیا تھا، کبھی اس کی دیواروں کو چومتا ہے کبھی اس میں نصب ایک سیاہ پتھر کو جسے ''حجر اسود'' کہتے ہیں بوسہ دیتا ہے محض اس روایت پر کہ ایک جلیل قدر صحابی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے بوسہ دیتے دیکھا ہے'' کبھی صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان بیتابانہ دوڑتا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترم حضرت سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے معصوم شیر خوار بچے کی پیاس بجھانے کی خاطر تلاش آب میں ان کے درمیان اسی طرح دوڑی تھیں پھر انہی کے انداز میں پہاڑیوں پر چڑھتا ہے، رکتا ہے دعا کرتا ہے واپس اترتا ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا تھا، بعد فراغت طواف ''مقام ابراھیم'' یعنی حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم کو جو بیت اللہ شریف کے عین سامنے ہے، اس کو سجدہ کی سمت رکھتے ہوئے دو رکعت نفل بھی پڑھتا ہے بلکہ بہت سے طواف کرنے والے بیت اللہ کے ساتھ اس کا بھی طواف کرتے ہیں۔ پھر منیٰ و عرفات میں قیام اور شیطانوں سے منسوب ستونوں پر سنگ باری اور جانوروں کی قربانی، یہ سب کچھ کیا ہے؟ اللہ رب العزت جل جلالہ کے محبوبوں کی یادگاریں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سرور دو جہاں، شفیع عاصیاں، رحمت ہر دو جہاں ﷺ کے دست کرم، لبہائے جاں بخش اور قدوم میمنت لزوم کے لمس و مس کی بھینی بھینی خوشبو سے یہ تمام مقامات مہک رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی اداؤں کو احکام شریعت کا حصہ بنا دیا اور یہی بات قابل غور ہے اور زائرین کرام کیلئے توجہ طلب بھی۔

جب تک زائر کے جسم و روح پر اللہ جل مجدہ کے محبوب مکرم ﷺ کی محبت کا سچا رنگ نہیں چڑھتا اور وفور شوق میں اتباع رسول ﷺ کا جذبۂ صادق پروان نہیں چڑھتا اس وقت تک حج کا صحیح لطف نہیں آ سکتا۔ اس لئے کہ حج صرف ظاہری ارکان کے ادا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا ایک باطن بھی ہے اور عنداللہ شرف قبول کیلئے ان دونوں کا امتزاج کامل ضروری ہے۔

زائرین حرمین شریفین سے گزارش ہے کہ وہ حج کی اس روح کو ضرور مد نظر رکھیں اور جب بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں، کعبۃ اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوں اور بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں قرب و حضوری کی کیفیات سے بہرہ ور ہوں تو جہاں آپ اپنے، اپنے اہل و عیال اور اعزہ و اقرباء کیلئے دعا مانگیں وہیں مسلمانوں کی فلاح، احیائے اسلام، اتحاد امت مسلمہ، مجاہدین اسلام کی سربلندی، فلسطین، کشمیر، بوسینا، چیچنیا، کوسوو کے مظلوم مسلمانوں کی ظلم و جبر سے نجات اور اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان کے استحکام و سلامتی اور اس ملک میں نفاذ نظام مصطفےٰ (ﷺ) کیلئے خصوصی دعائیں ضرور مانگیں اور راقم کو اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل اور اس کے تمام سرپرستوں اور اراکین کو بھی وقت دعا ضرور یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس سفر کو سعادتوں کا سفر بنائے اور آپ کے حج کو مقبول و مبرور بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

''معارف رضا'' کے قارئین کرام کے لئے یہ خبر اہم اور خوش کن ہے کہ دارالعلوم ''منظر اسلام'' بریلی شریف ۲۵ رصفر المظفر ۱۴۲۲ھ (تقریباً ۱۹ رمئی ۲۰۰۱ء) کو عرس امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے موقع پر اپنی تاسیس کا صد سالہ جشن منا رہا ہے۔ حضرت مولانا سبحان رضا خاں صاحب دامت برکاتہم عالیہ مہتمم دارالعلوم ھذا نے اعلان فرمایا ہے کہ اس موقعہ پر دیگر تقریبات کے علاوہ ایک مجلّہ شائع کیا جائے گا جس

میں امام احمد رضا اور منظر اسلام سے متعلق مقالات شائع کئے جائیں گے:

لہذا عالم اسلام کے علماء محققین اور اہل قلم حضرات کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اس مجلّے کیلئے اپنے مقالات انہیں یا ادارہ کو کراچی کے پتے پر جلد سے جلد ارسال فرمائیں۔

راقم ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے سرپرست اور اراکین صد سالہ جشن کے انعقاد اور اس موقعہ پر مجلّے کے اجراء کیلئے حضرت مولانا سبحان رضا خاں حفظ اللہ تعالیٰ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ان کے نیک مقاصد میں ان کی کامیابی کیلئے دعا گو ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلیمی نظریات'' ان کے اساتذہ کرام، تلامذہ خلفاء کی علمی اور تدریسی خدمات اور ''امام احمد رضا کے دینی، مذہبی، سیاسی، تعلیمی، اور معاشی افکار کے ابلاغ کے سلسلے میں'' ''منظر اسلام'' کی خدمات اور'' تاریخ پاک وہند پر اس کے اثرات'' کے مطالعہ کے سلسلے میں یہ مجلّہ اہل علم وتحقیق کے معیار پر پورا اترے گا اور طلباء اور عام قاری کیلئے بھی مفید ہوگا۔

یہ امر ہمارے لئے باعث مسرت وطمانیت ہے کہ برکاتی فاؤنڈیشن کراچی کی جانب سے ۲۸ رجنوری ۲۰۰۱ء کو ایک عالمی میلاد کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں پاک وہند کے علاوہ، عراق، لبنان، کویت، دبئی، مصر (جامعہ ازھر شریف) افغانستان اور جنوبی افریقہ سے کثیر تعداد میں اہل سنت کے علماء واسکالرز حضرات نے شرکت فرمائی۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا یادگار موقع ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں عالم اسلام کے صحیح العقیدہ علماء اور محققین، جس میں علماء کے علاوہ عالمی جامعات مثلاً، جامعہ صدام بغداد شریف، (عراق) جامعہ ازھر شریف قاھرہ (مصر) رئیس الجامعہ اور دبئی کے وزیر مذہبی امور بھی شریک ہوئے۔ ان علماء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عالمی سطح پر مسلمانوں کے اتحاد کیلئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے اندر جذبۂ عشق رسول ﷺ بیدار کیا جائے تا کہ ان کے اندر اطاعت واتباع رسول ﷺ کا ذوق وشوق پیدا ہو اور یہودی نواز، نصرانی مزاج، گستاخان رسول سے قطع تعلق اور ان کا معاشرتی مقاطعہ کر کے ہی مسلمانان عالم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جا سکتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم میلاد مبارک کی محفلوں کا زیادہ سے زیادہ انعقاد کریں تا کہ محبت رسول (ﷺ) اور سیرت رسول (ﷺ) کو اپنانے کا ذوق و شوق ہمارے نوجوانوں اور تارک شریعت افراد کے دلوں میں پیدا ہو۔

ہم ''عالمی میلاد کانفرنس'' کے کامیاب انعقاد پر ''برکاتی فاؤنڈیشن'' کے سرپرست اعلیٰ مخدوم ومحترم ڈاکٹر سید امین میاں برکاتی مارہری مدظلہ، علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، اور اس کے روح رواں حاجی محمد امین برکاتی، حاجی محمد رفیق برکاتی، حاجی عبد الغفار برکاتی اور ان کے تمام اراکین ومعاونین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ آئندہ بھی اسی طرح عالمی میلاد کانفرنس کا انعقاد کر کے علماء عالم اسلام کو تبادلۂ خیال اور رابطہ کا موقع فراہم کرتے رہیں گے جو قومی یکجہتی اور عالمی سطح پر مسلمانوں کے ایک مضبوط اتحاد کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

(اعلان، کراچی میں ہونے والی عالمی میلاد کانفرنس کی روئداد آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

عہد حاضر کے جلیل القدر
علماء عرب کا امام احمد رضا کو خراج تحسین

رپورٹ: اقبال احمد اختر القادری

امام احمد رضا پر تحقیقاتی کام کیلئے جامعۃ الازہر کے دروازے کھلے ہیں، نائب رئیس جامعۃ الازہر

علماء عرب سے امام احمد رضا کا تعارف کرانے میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل نے اہم کردار ادا کیا ہے

ڈاکٹر عبدالغفور، وائس چانسلر صدام یونیورسٹی بغداد

علماء عرب امام احمد رضا کی دینی وفکری خدمات کے سبب آج بھی انہیں مجدد مانتے ہیں، ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب کے پیرو کار عالم اسلام کیلئے فتنہ ہیں، شیخ عبدالقادر فاکہانی، لبنان

امام احمد رضا کی کتب کا عربی ادب میں اہم مقام ہے، شیخ عمر حبیب بن محمد یمنی

محدث بریلوی عرب و عجم کے عظیم صوفی رہنما ہیں، شیخ سید یوسف ہاشم الرفاعی

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے زیر اہتمام کراچی میں استقبالیہ

آج دنیائے عرب اور خاص کر عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی جامعہ الازہر (قاہرہ، مصر)، دنیائے اسلام کے عظیم فرزند اور کتب کثیرہ کے مصنف فضیلۃ الشیخ امام الاکبر المجدد امام احمد رضا الحنفی الہندی علیہ الرحمہ کی شخصیت سے اچھی طرح متعارف ہے اور اس تعارف کا تمام تر سہرا ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان کو جاتا ہے، ان خیالات کا اظہار الازہر یونیورسٹی، مصر کے نائب رئیس الجامعہ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر قصبی محمود حامد زلط نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان کے زیر اہتمام کراچی کے فائیو اسٹار ہوٹل ریجنٹ پلازہ میں علماء عرب و عجم کو دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا، انہوں نے کہا کہ امام احمد رضا ایک بہت بڑے عالم دین تھے ان کی خدمات کے حوالے سے جامعۃ الازہر میں تحقیقی کام شروع ہو چکا ہے اور اس ضمن میں ڈاکٹر سید حازم نے اہم کردار ادا کیا ہے، آج علماء ازہر ہی نہیں دیگر اہلیان مصر بھی اس امام کی تعلیمات سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ امام احمد رضا پر کسی بھی عنوان سے تحقیقاتی کام کیلئے جامعہ الازہر کے دروازے کھلے ہیں----صدام یونیورسٹی بغداد (عراق) کے وائس چانسلر اور امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی جامع مسجد کے خطیب و امام ڈاکٹر عبدالغفور نے استقبالیہ سے

خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل اور برکاتی فاؤنڈیشن کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمیں یہاں مدعو کیا، آج عالم اسلام اہل سنت والجماعت کو شدید اتحاد کی ضرورت ہے تاکہ امریکہ جیسے دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا جاسکے جنہوں نے عالم اسلام اور خاص کر عراقی مسلمانوں کا جینا دشوار کررکھا ہے، میں پاکستان کی عوام کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے حالت جنگ میں ہماری حوصلہ افزائی کی، ہماری سرزمین صوفیاء کی سرزمین ہے جسے شیخ عبدالقادر جیلانی، امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت ابن عربی، حضرت شیخ رفاعی اور حضرت جنید بغدادی علیہا الرحمہ جیسی ہستیوں سے نسبت ہے اہل پاکستان کا ان بزرگوں سے نسبت رکھنا باعث مسرت ہے انہوں نے کہا کہ علماء عرب سے امام احمد رضا جو کہ عظیم صوفی عالم دین تھے کا تعارف کرانے میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل نے اہم کردار ادا کیا ہے ہمیں خوشی ہوگی اگر یہاں کہ طلبہ اور علماء، صدام یونیورسٹی بغداد تشریف لائیں اور وہاں کے لوگ یہاں آتے رہیں ---- بیروت لبنان کی جمعیۃ المشاریع الخیریہ کے رئیس جلیل القدر عالم دین مبلغ اسلام شیخ عبدالقادر فاکہانی نے اپنے خطاب میں وہابیوں کی چالاکیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ جو یہاں دیوبندی، وہابی، ندوی اور سلفی کہلاتے ہیں جب ہمارے ہاں عرب میں آتے ہیں تو اپنے کو حنفی اور صوفی ظاہر کرتے ہیں جس سے اہل عرب دھوکہ کھا جاتے ہیں مگر اب ہم اصل صوفی اور اہل سنت والجماعت تک پہنچ چکے ہیں اب ان لوگوں کی چالیں کامیاب نہیں ہوگی، انہوں نے کہا کہ ابن تیمیہ اور ابن عبدالوھاب نجدی کے پیروکار آج عالم اسلام کیلئے فتنہ بنے ہوئے ہیں عرب وعجم کے اہل سنت نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے، انہوں نے کہا اعلیٰ حضرت امام عظیم امام احمد رضا اپنی دینی وفکری خدمات اور عشق رسول (ﷺ) کے سبب آج بھی اہل عرب کے سروں کا تاج ہیں ہم آج بھی انہیں مجدد مانتے ہیں ان کا سب سے بڑا کارنامہ مسلک اہل سنت کا تحفظ اور وہابیہ کے خلاف قلمی جہاد ہے ---- ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے مہمانوں کے سامنے امام احمد رضا کا مختصر تعارف پیش کیا ترجمانی کے فرائض علامہ شمس الھدیٰ مصباحی نے ادا کیئے جبکہ مرکزی صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری نے ادارہ کے زیر اہتمام ہونے والے بین الاقوامی تحقیقاتی کاموں کی تفصیلات سے مہمانوں کو آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ ادارہ اب تک ایک لاکھ سے زائد تعداد میں مختلف زبانوں میں کتب شائع کرچکا ہے جبکہ تقریباً 25 یونیورسٹیوں میں ادارہ کی کوشش و سرپرستی سے ڈاکٹریٹ کے مقالے لکھے جارہے ہیں جبکہ ''6'' فضلاء Ph.d کرچکے ہیں، ادارہ نے عرب دنیا سے روابط کیلئے ''الرابطہ انٹرنیشنل'' کے نام سے ایک الگ شعبہ قائم کیا ہے جو گذشتہ تین برس سے سرگرم عمل ہے اور آج یہاں ہم سب کا جمع ہونا اسی کی کوششوں کا ثمر ہے، انہوں نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور مستقبل میں علمی روابط بڑھانے پر زور دیا ---- ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری نے ادارہ کی طرف سے عربی، انگریزی اور اردو زبانوں میں کتب کا تحفہ تمام مہمانوں کو پیش کیا ---- استقبالیہ سے یمن کی عظیم روحانی شخصیت علامہ شیخ عمر حبیب بن محمد بن حفیظ یمنی (شیخ طریقت ورئیس دارالمصطفیٰ تریم، یمن) نے بھی خطاب کیا انہوں نے کہا کہ میں الشیخ احمد رضا القادری سے اچھی طرح متعارف ہوں وہ بہت بڑے عالم دین اور امام العصر تھے میں نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے عربی ادب میں ان کی کتب کا اہم مقام ہے وہ علماء اور صوفیاء

دونوں کے امام ہیں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل نے اہل عرب کو ان جیسی عظیم ہستی سے متعارف کرا کر ہم پر احسان کیا ہے۔

دبئی کے وزیر اوقاف فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر السید عیسیٰ بن مانع نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ الشیخ احمد رضا القادری عرب میں ایک بہت بڑے صوفی اور عالم کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں وہ جیسے عجم کے امام ہیں ویسے ہی عرب بھی انہیں اپنا امام تسلیم کرتے ہیں اس عظیم امام کی تعلیمات کی روشنی میں عرب و عجم کو متحد ہو کر ہنود و یہود کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا جس کے لئے باہمی رابطہ کی اشد ضرورت ہے----

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے اس استقبالیہ میں جن علماء و مشائخ نے شرکت کی ان میں سے چند کے اسم گرامی یہ ہیں:

☆ نبیرہ سرکار غوث الاعظم مخدوم سید عبدالرحمٰن گیلانی، متولی دربار غوثیہ بغداد ☆ ڈاکٹر شیخ قصی محمود زلط، نائب رئیس الجامعۃ الازہر، مصر ☆ شیخ ڈاکٹر محمد مجید السعید، چانسلر صدام یونیورسٹی، بغداد ☆ الشیخ ڈاکٹر عبدالغفور، وائس چانسلر صدام یونیورسٹی، بغداد ☆ الشیخ الاستاذ جمیل حریری، جمیعۃ المشاریع الخیریہ، لبنان ☆ مبلغ اسلام شیخ عبدالقادر فاکہانی، رئیس جمیعۃ المشاریع الخیریہ، لبنان ☆ شیخ طریقت عمر حبیب بن محمد بن حفیظ یمنی، رئیس دار المصطفیٰ تریم، یمن ☆ فضیلۃ الشیخ الاستاذ السید یوسف ہاشم الرفاعی، سابق وزیر اوقاف، کویت ☆ الشیخ ڈاکٹر محمود عاشور ازہری، وکیل الازہر، مصر ☆ الاستاذ ڈاکٹر حازم محمد احمد الحفوظ مصری، استاذ جامعۃ الازہر، مصر ☆ الشیخ ڈاکٹر محمد علی فتح اللہ الازہری، استاذ جامعۃ الازہر، مصر ☆ علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی، جامعۃ الاشرفیہ مبارکپور انڈیا ☆ علامہ مفتی نظام الدین مصباحی، جامعۃ الاشرفیہ مبارکپور انڈیا ☆ علامہ شمس الہدیٰ مصباحی، جامعۃ الاشرفیہ مبارکپور انڈیا ☆ علامہ عبدالحفیظ مصباحی، جامعۃ الاشرفیہ مبارکپور انڈیا ☆ علامہ سید علیم الدین قادری، ساؤتھ افریقہ ☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی ☆ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، جامعہ نظامیہ لاہور ☆ مفتی محمد خان قادری، لاہور ☆ علامہ محب اللہ نوری، بصیر پور اوکاڑہ ☆ علامہ فیض احمد اویسی، بہاولپور ☆ ڈاکٹر محمد شریف سیالوی، بہاؤ الدین یونیورسٹی ملتان ☆ علامہ سعید اسد، گجرانوالہ ☆ ڈاکٹر جلال الدین نوری، کراچی یونیورسٹی ☆ علامہ غلام محمد سیالوی، شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی ☆ علامہ مفتی محمد اطہر نعیمی، چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان ☆ پروفیسر علامہ منیب الرحمٰن نعیمی، دار العلوم نعیمیہ کراچی ☆ علامہ مفتی ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی، شاہی امام جامع مسجد شاہجہاں ٹھٹھہ سندھ ☆ علامہ اکرام حسین سیالوی، شمس العلوم جامعہ رضویہ کراچی ☆ مولانا ابا قاسم، دار العلوم امجدیہ کراچی ☆ مولانا عامر بیگ، المرکز اسلامی کراچی ☆ قاری محمد مسعود احمد حسان، دار العلوم، امینیہ رضویہ فیصل آباد ☆ مولانا محمد امین رضوی، لاہور ☆ مولانا حاجی محمد رفیق برکاتی، برکاتی فاؤنڈیشن ☆ پروفیسر غلام عباس قادری، کراچی۔
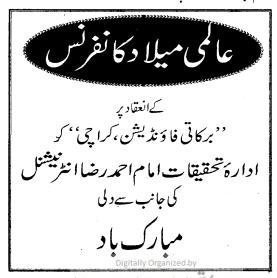
تفسیر ”مغفرت ذنب“

تحریر: شیخ اکبر عارف باللہ، سیدنا محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ وتبصرہ: شیخ الحدیث والتفسیر علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی حفظہ اللہ تعالیٰ

یہ تفسیر عارف باللہ شیخ اکبر سیدنا محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی تصنیف ”شرح ختم الولایۃ“ سے ماخوذ ہے۔ سیدنا ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شرح ولی کامل حضرت علامہ حکیم ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ”ختم الولایۃ“ پر لکھی ہے۔ اس میں ۱۵۵/۱۰۲۵ سوالات ہیں۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی تلخیص فرما کر اس پر شرح لکھی جو ۱۰۷ صفحات تختی کلاں (مصری خط) پر مشتمل ہے اور ایک قابل مطالعہ کتاب ہے۔

حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی کو یہ کتاب دوران سفر حجاز مقدس، شام اور عراق (۱۴۲۱ھ) حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے قرب سے ملی ”مغفرت ذنب“ سے متعلق تفسیر سوال نمبر ۱۵۵/ کے تحت دی گئی ہے۔ ہم اس کا عربی متن حضرت قبلہ اویسی صاحب کے اردو ترجمہ اور تبصرہ کے ساتھ قارئین کرام کے استفادے کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

سورۂ فتح کی آیۂ کریمہ: لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

مؤول ہے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اس کا تاویلی ترجمہ کیا کہ:

”تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے“

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ ترجمہ حتمی ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ مقام رسالت اور عصمت انبیاء کے پیش نظر یہ ترجمہ احسن ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ عارف باللہ، خاتم الولایۃ سیدنا محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ”غفر ذنب“ کے مختلف فیہ معنوں میں نے اسی معنی کو اختیار فرمایا۔ (ادارہ)

سفر حجاز اقدس اور شام وعراق کے دوران حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار کے قرب میں ایک کتاب شرح ختم الولایۃ ملی اس میں شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ کی تقریر پڑھی۔ اس سے دل باغ باغ ہو گیا اس سے امام اہل سنت شاہ احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھرپور تائید ہے اصل عربی مع ترجمہ ملاحظہ ہوں:

”(السؤال الخامس والخمسون ومائة) معنى المغفرة التى لنبينا وقدبشر النبيين بالمغفرة الجواب : الغفرالستر فسترعن الانبياء عليهم السلام فى الدنيا كونهم نواباعن رسول الله صلى الله عليه وسلم و كشف لهم عن ذلك فى الآخرة اذقال ”أنا سيد الناس يوم القيامة“ فيشفع فيهم صلى الله عليه وسلم أن يشفعوافان شفاعته ضلى الله عليه وسلم فى كل مشفوع فيه بحسب مايقتضيه حاله من وجوه الشفاعةفبشر النبيين بالمغفرة الخاصّة وبشر محمداً صلى الله عليه وسلم بالمغفرة العامّة وقد ثبتت عصمته فليس له ذنب يغفر فلم يبق اضافة الذنب اليه الاأن يكون هوالمخاطب والقصدأمته كماقيل۔ اياك اعنى فاسمعى يا جاره۔ وكماقيل له”فان كنت

فی شک مماأنزلنا الیک فاسأل الذین یقرؤن الکتاب من قبلک“ ومعلوم انه لیس فی شک فالمقصود من هوفی شک من الامة وکذالک ”لئن أشرکت لیحبطنّ عملک“ وقد علم انه لایشرك فالمقصود من أشرك فهذ ہ صفته، فکذلک قیل له”لِیَغۡفِرَلَکَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ“ وهومعصوم من الذنوب فهو المخاطب بالمغفرة والمقصود من ”تقدّم“ من آدم إلى زمانه ”وما تأخر“ من الامة من زمانه الی یوم القیامة۔ فان الکل أمته فانه مامن أمة الاوهی تحت شرع من الله وقد قررنا ان ذلک هوشرع محمد صلی الله علیه وسلم من اسمه الباطن حیث ”کان نبیا و آدم بین الماء والطین“ وهو سید النبیین والمرسلین فانه سید الناس وهم من الناس وقد تقدّم تقریر هذا کله فبشر الله محمداً صلی الله علیه وسلم بقوله ”لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ“ بعموم رسالته الی الناس کافة۔ و کذلک قال ”وَمَا أَرۡسَلۡنَاكَ إِلَّا كَافَّةَ لِلنَّاسِ“ وما یلزم الناس رؤیة شخصه فکما وجه فی زمان ظهور جسمه رسوله علیا ومعاذ الی الیمن لتبلیغ الدعوة کذلک وجه الرسل والانبیاء الی اممهم من حین ”کان نبیاوآدم بین الماء والطین“ فدعا الکل الی اللّٰه فالنّاس امته من آدم الی یوم القیامة فبشره اللّٰه بالمغفرة لما تقدم من ذنوب الناس وماتأخر منهم فکان هوا المخاطب والمقصود الناس فیغفر الله للکل ویسعدهم وهو اللائق بعموم رحمته التی وسعت کل شئی وبعموم مرتبة محمد صلی الله علیه وسلم حیث بعث الی الناس کافة بالنص ولم یقل أرسلناك الی هذه الامة خاصة ولاالی أهل هذا الزمان الی یوم القیامة خاصة وانما أخبره أنه مرسل الی النّاس کافة، والنّاس من آدم الی یوم القیامة فهم المقصود ون بخطاب مغفرة الله لماتقدم من ذنب وماتأخر، والله ذوالفضل العظیم“ (انتهی بقدر ضرورت)

تعارف کتاب:

یہ کتاب ختم الولایۃ شیخ عارف باللہ حکیم ترمذی صاحب نوادر الاصول کی تصنیف ہے اس میں ۱۰۲۵/سوالات ہیں جن کی تلخیص کر کے شیخ اکبر محی الدین عارف کامل امام ابن العربی نے شرح فرمائی۔ یہ تختی کلاں، مصری خط میں ۱۰۷/صفحات پر مشتمل ہے قابل مطالعہ کتاب ہے اور اب متعلقہ عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہوں:

(سوال ۱۵۵) اس مغفرت کا کیا معنی ہے جو ہمارے نبی پاک ﷺ کیلئے ارشاد فرمائی ہے حالانکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو تو بشارۃ سے نوازا ہے۔

(الجواب) ”الغفر“ بھی ”الستر“ ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں ستر سے نوازا اس لئے کہ یہ تمام حضرات دنیا میں حضور سرور عالم ﷺ کے نائب تھے یہ راز روز قیامت ان کے لئے کھولے گا کیونکہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے ”انا سید الناس یوم القیامۃ“ میں قیامت میں تمام لوگوں کا سرور ہوں، اس،

وقت حضور نبی پاک ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کرینگے کہ انہیں شفاعت کا اذن ملے گا اس لئے کہ نبی پاک ﷺ ہر مشفوع کے شفیع ہیں جیسا کہ وجوہ شفاعت سے اس کی شفاعت کا تقاضا ہوگا، اس معنی پر انبیاء علیہم السلام کو مغفرۃ خاصہ کی خوشخبری سنائی اور حضور نبی پاک ﷺ کو مغفرۃ عامہ سے نوازا اور یہ عقیدہ تو مسلّم ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ مطلقاً معصوم ہیں آپ کا کوئی ذنب ہے ہی نہیں کہ جس کے بخشے جانے کی خبر دی جائے اس اعتبار سے اس کے سوا چارہ ہی نہیں کہ بس یہی کہا جائے کہ غفران ذنب کے آپ صرف مخاطب ہیں لیکن در حقیقت اس کا مصداق امت ہے جیسا کہ اس مصرعہ میں ہے:

اياك عنى فاسمعي يا جاره، اے جارہ میں نے صرف تیرا ہی قصد کیا ہے اسے اچھی طرح سن لے اور اس کے نظائر قرآن مجید میں بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کو مخاطب فرمایا:

''فَاِن کُنتَ فِی شَکٍّ مِّمَّا اَنزَلنَا اِلَیکَ فَاسئَلِ الَّذِینَ یَقرَؤُ الکِتَابَ مِن قَبلِکَ'' اور یہ سب کو اعتراف اور معلوم ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کو کسی قسم کا شک نہ تھا اس میں شک کی بات بھی امت کے لئے ہے اور فرمایا، ''لَئِن أَشرَکتَ لَیَحبَطَنَّ عَمَلُکَ'' سب کو یقین ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ سے شرک کا صدور ممتنع ہے تو ثابت ہوا کہ اس آیت میں بھی اگرچہ خطاب نبی پاک ﷺ کو ہے لیکن مراد وہ جو بھی شرک کا ارتکاب کرے۔

آیت کریمہ ''لِیَغفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَاتَأَخَّرَ'' کی تحقیق:

شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا تمہید کے بعد فرماتے ہیں کہ آیت مذکور بالا میں ذنب کی اضافت حضور نبی پاک ﷺ کی طرف ہے حالانکہ آپ ﷺ جملہ ذنوب سے معصوم ہیں اسکے باوجود آپ کو خطاب کیا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی مغفرتِ تقدم سے آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آپ کے زمانہ تک کے لوگ مراد ہیں اور تاخر سے آپ کی امت تاقیامت مراد ہے۔

ویسے یہ قائدہ مسلّم ہے کہ اگلے پچھلے تمام لوگ آپ ﷺ کے امتی ہیں کیونکہ ہر امت شرع الٰہی کے ماتحت ہے اور ہم (شیخ اکبر رضی اللہ عنہ) نے دلائل سے دوسرے مقام پہ ثابت کیا ہے کہ شرع الٰہی اسم باطن کے ذریعہ سے شرع محمدی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی ہے ''کنت نبیاو آدم بین الماء والطین'' اس معنی پر آپ ﷺ سید النبین والمرسلین (صلّی اللہ علیہ وعلیہم وسلم) ہیں (اسکی مکمل تحقیق گزری یعنی شیخ اکبر رضی اللہ عنہ اسی کتاب میں بیان فرماتے ہیں) اس قاعدہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو آیت، ''لِیَغفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ'' میں خوشخبری سنائی کہ اگلے پچھلے لوگوں کے گناہ بخش دیئے گئے یہ اس معنی پر ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں (اگلے پچھلے سب) کے رسول ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ''

ازالۂ وہم:

اس سے یہ ضروری نہیں کہ امتی اپنے نبی علیہ السلام کے ظاہری جسم مبارک کو بھی دیکھیں اسکی نظیر آپ ﷺ کے زمانۂ اقدس میں بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ملک یمن والوں کی طرف سیدنا علی المرتضی وسیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تبلیغ دعوت کے لئے

پیغام رساں بنا کر بھیجا یونہی آپ جب عالم ارواح میں تھے تو اپنی جانب سے امتوں کی طرف انبیاء ورسل علی نبینا علیھم السلام کو بھیجا جبکہ انہوں نے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔

نتیجہ:

اس سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیام قیامت تک کے لوگ حضور نبی پاک ﷺ کی امت ہیں اللہ تعالیٰ نے آیت ''لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ وَمَاتَأَخَّرَ'' میں تمام لوگوں (پہلے پچھلے سب) کی مغفرت کی نوید سنائی خلاصہ یہ کہ اس آیت میں مخاطب حضور سرور عالم ﷺ ہیں لیکن مراد تمام لوگ، اللہ تعالیٰ ان سب کو نبی پاک ﷺ کے صدقے بخش دیگا اور انعامات سے نوازیگا اور اس کی عموم رحمت جو تمام کو محیط، ہے کا اور رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کمال کے عموم کے لائق بھی یہی ہے کہ آپ بنص قرآنی، تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے اسی لئے ''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاس'' فرمایاہے، ارسلناك الى هذه الامته ، یا ارسلناك الى اهل هٰذا الزمان الى یوم القیامة نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے اور ''النّاس'' سے آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کے لوگ مراد ہیں اس لئے آیت ''مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَأَخَّرَ'' میں گناہوں کی مغفرت کے خطاب میں وہی لوگ مراد ہیں (نہ کہ رسول اللہ ﷺ) واللہ ذوالفضل العظیم (شرح ختم۔ولایۃ للشیخ الاکبر رضی اللہ عنہ ۱۰۶ تا ۱۰۷)

نوٹ:

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ چودھویں ہجری صدی کے عرب وعجم کے بالاتفاق مجدد ہیں مجدد کا کام ہوتا ہے کہ صدی میں مسائل وعقائد کی تنقیح وتحقیق کرے جس میں کسی قسم کا کوئی غبار نہ رہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تنقیح وتحقیق وتنقید پر تمام اہلسنت اور اس وقت کے اکابر علماء نے اعتماد کیا اب کسی سنی عالم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اعلیحضرت قدس سرہ کی تحقیق سے روگردانی کرے اس میں اس کے اپنے نقصان کے علاوہ سنیت کا سخت نقصان ہے جیسا کہ ''مغفرت ذنب'' کی بحث کی آڑ میں ابھرتے ہوئے نئے فتنے کو سب نے آزمالیا۔اب گزارش ہے کہ اعلحضرت قدس سرہ کے ترجمہ ہی پر اعتماد کیا جائے اسی عمل میں اہلسنت و جماعت کے تشخص اور عقائد کی حفاظت وضمانت ہے۔اس موقف کی تائید میں فقیر نے رسالہ ''کنزالایمان پر اعتراضات کے جواب میں درجنوں تفاسیر وتصانیف کے حوالے پیش کئے ان میں اسی ایک حوالہ کا ہی وزن بھاری ہے۔اعلیٰ حضرت کے خلاف اگر کوئی حوالے ہیں وہ غیر منقح ہیں اسی لئے اپنے انجام کی بھلائی اور سنت کی خیرخواہی کے پیش نظر اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پر اعتماد کیا جائے ورنہ قیامت میں تو فیصلہ ہو ہی جائے گا۔

وما علینا الاالبلاغ ، وصلّی الله تعالیٰ علی سیدنا امام المعصومین، سید المرسلین حبیب رب العٰلمین ،شفیع الامم، جمیل الشیم، صاحب الجود والکرم وعلیٰ اله وصحبه وبارك وسلم

چوتھی اور آخری قسط

تصورِ پاکستان
پر
ایک تحقیقی جائزہ

مصنف : ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۴۔ چوتھی بات یہ کہ رسالے کے متن میں مصنف نے خود کو اس طرح ظاہر کیا ہے گویا کہ وہ جانا پہچانا ہے۔ اگر حاجی مقتدی کاں شروانی کا یہ قوم تسلیم کر لیا جائے کہ مصنف قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی ہیں۔ چوں کہ وہ سرکاری افسر تھے اس لئے خود کو ظاہر نہ کر سکتے تھے چنانچہ اپنے بڑے بھائی عبدالقدیر کا نام ڈال دیا---ایسی صورت میں مصنف خود کو مخفی رکھنے کی حتی المقدرو کوشش کرتا مگر رسالے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی بلکہ اس کے علی الرغم مصنف نے خود کو ظاہر کیا ہے----مثال کے طور پر یہ اقتباسات ملاحظہ ہوں :-

(الف) مجھے عرصہ سے اس کا خیال تھا کہ مالوی جی کو اس مسئلے کی صحیح نوعیت سے آگاہ کروں لیکن میری عدیم الفرصتی مانع رہی، اس کے بعد ستیہ گرہ اور خلافت کی تحریکات نے ہندو مسلم اتحاد کے خیال کو پھر چمکا دیا۔(۷۴)

(ب) اور اس کو رسالے کی صورت میں ترتیب دے کر پبلک کے سامنے پیش کرتا ہوں۔(۷۵)

(ج) مہاتما جی! اب میں اس عریضے کو ختم کرتا ہوں اور متوقع ہوں کہ جس دل سوزی سے میں نے اس کو لکھا ہے آپ اس کی قدر کریں گے اور اس کو نہایت غور و تامل کے ساتھ اول سے آخر تک پڑھ کر اپنے خیالات سے اہل ملک مطلع فرمائیں گے۔(۷۶)

مندرجہ بالا اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کوئی غیر معروف شخص نہ تھا بلکہ معروف اور جانا پہچانا تھا۔ اس کو صدر کانگریس پنڈت مدن موہن مالویہ بھی جانتے تھے، مسٹر گاندھی بھی اس سے واقف تھے اور وہ عوام میں بھی متعارف تھا---- مولوی محمد عبدالقدیر بدایونی، تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں شریک رہے اس لئے عوام و خواص میں اس کا متعارف ہونا ایک بدیہی امر ہے۔

خلاصۂ کلام

رسالے کے مصنف کے بارے میں مندرجہ بالا تفصیلی بحث سے یہ نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں :-

☆ تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی۔

☆ زیر بحث رسالے کے پہلے اڈیشن (۱۹۲۰ء) کے آخری صفحہ پر مصنف کا نام دیکھنے پر اکتفا کیا جائے (۷۷) تو اس رسالے کو محمد عبدالقدیر بلگرامی کی تصنیف کہا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اس موقف کے مئید ہیں۔(۷۸)

☆ رسالے کے موضوع، مصنف کے طرز استدلال، فقہیانہ مہارت اور سیاسی سوجھ بوجھ کو پیش نظر رکھا جائے تو اس رسالے کو مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔(۷۹) سید رئیس احمد جعفری، خواجہ عبدالحمید کمالی (۸۰) اور عبدالمجید محمد اقبال (۸۱) اس موقف کے مئید ہیں۔

اور جب یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ۱۹۲۰ء میں تقسیم ہند کی تجویز شامل نہ تھی۔ ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ اڈیشن مین شامل کی گئی ہے تو اس اڈیشن کے طابع و ناشر حاجی محمد مقتدیٰ خان شروانی کا یہ انکشاف کہ تقسیم ہند کی تجویز قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی نے مرتب کی۔ (۸۲) قابل توجہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر صرف اس تجویز کی حد تک، پروفیسر محمد ایوب قادری، (۸۳) ڈاکٹر معین الحق، (۸۴) محمد ضیاء الاسلام اس موقف کے موئید ہیں۔ (۸۵)

حقیقت یہ کے بیانات کے تضادات اور مختلف دلائل و شواھد نے ایسی الجھن پیدا کر دی کہ مصنف کے بارے میں حتمی فیصلہ کرنا مشکل نظر آتا ہے۔

بدایوں میں جس اقبال (ذوالقرنین) میں یہ رسالہ، پہلی مرتبہ ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا اس کے چیف اڈیٹر احید الدین نظامی کچھ کہتے ہیں (۸۶)

☆ ان کے صاحب زادے اور اڈیٹر اخبار "ذوالقرنین" جمال الدین مونس نظامی کچھ کہتے ہیں۔ (۸۷)

☆ حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی (جن کے اہتمام میں ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ اڈیشن شائع ہوا) کچھ کہتے ہیں رسالے کے داخلی اور خارجی شواہد کچھ کہتے ہیں (۸۸)۔

☆ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے معاصرین رئیس احمد جعفری مرحوم، ڈاکٹر معین الحق (۸۹) پروفیسر محمد ایوب قادی (۹۰) وغیرہ کچھ کہتے ہیں۔

مگر اتنی بات یقینی طور کہی جاسکتی ہے کہ تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز ۱۹۲۵ء میں پیش کی جاچکی تھی۔

اس کے پانچ سال بعد ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے تجویز سیاسی پلیٹ فارم سے پیش کی۔ یہی وہ تاریخی حقیقت ہے جو اس مقالے میں ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کا تصور پیش کرنے والوں اور پاکستان کے لئے جان دینے والوں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

حوالہ جات

(۷۳) مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی جب لاہور آتے، ڈاکٹر اقبال صاحب کے ہاں قیام فرماتے۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا بدایونی ڈاکٹر صاحب کے ہاں مقیم تھے کہ بدایوں سے بیٹے کی ولادت کی خبر ملی، ڈاکٹر صاحب نے اس بیٹے کا نام اپنے نام پر "محمد اقبال" تجویز فرمایا اور خاندانی نام عبدالمجید تجویز کیا گیا۔ چنانچہ مولانا بدایونی کے نومولود صاحب زادے کا نام عبدالمجید محمد اقبال قرار پایا۔ صاحب زادہ موصوف آج کل کراچی میں مقیم ہیں۔ موصوف فرماتے تھے کہ ڈاکٹر اقبال کے چند خطوط بھی ان کے پاس محفوظ تھے۔ جو ڈاکٹر صاحب نے ان کے والد کے نام لکھے تھے---- مسعود۔

(۷۴) محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، علی گڑھ ۱۹۲۵ء ص ۲۱۔

(۷۵) ایضاً ص ۲۔

(۷۶) ایضاً ص ۷۵، ۵۸۔

(۷۷) محمد عبد القدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ بدایوں ۱۹۲۰ء ص ب ۱۴۔

(۷۸) Ishtiaq Hussain Qureshi : The struggle! for Pakistan, Karachi, 1974 P-116

(۷۹) رئیس احمد جعفری، سید: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۵۲۔

(۸۰) اقبال ریویو (کراچی) شمارہ جنوری، ۱۹۷۳ء ص ۳، ۵، ۸۔

(۸۱) تحریری بیان مورخہ ۱۴، جون ۱۹۷۷ء۔

(۸۲) مکتوب محررہ ۲۵، ستمبر ۱۹۵۶ء از علی گڑھ۔

(۸۳) "الزبیر" بہاول پور، تحریک آزادی نمبر ۱۹۷۰ء۔

(۸۴) An open Letters to Mahatama Gandhi, Karavhi 1970, P.1

(۸۵) ایضاً ص vi۔

(۸۶) تحریری بیان جناب عبدالمجید محمد اقبال مورخہ ۱۴، جون ۱۹۷۷ء۔

(۸۷) مکتوب محررہ ۲۳، اگست ۱۹۷۷ء از بدایوں۔

(۸۸) اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۲۵۔

(۸۹) An Open Letter to Mahatama Gandhi Karachi, 1970, P.i

(۹۰) ہفت روزہ "الزبیر" بہاول پور، تحریک آزادی نمبر ۱۹۷۰ء

امام احمد رضا

اور

تجارت و بینکنگ کا نظریہ

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی★

تجارت کی اہمیت و افادیت ہر قوم کے نزدیک مسلّم ہے۔ ملک و قوم کی خوشحالی اور معاشی استحکام میں تجارت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ آج امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک جیسے برطانیہ، فرانس، روس، اٹلی اور جرمن نیز ایشیا میں جاپان تجارت ہی کے سبب دنیا میں چھائے ہوئے ہیں۔ تجارت کی وجہ سے صنعت و حرفت، معاشیات یہاں تک سائنس اور ٹکنالوجی وغیرہ کے میدان میں بھی انقلابات رونما ہورہے ہیں۔ تجارت کی وجہ سے معاشی طور پر مستحکم ممالک سیاسی اعتبار سے بھی طاقت پکڑ رہے ہیں۔

اسلام میں بھی تجارت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ بعض نے جہاد کے بعد تجارت کو سب سے افضل بتایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے تجارت کی فضیلت واضح ہے:

"سچا اور دیانت دار تاجر انبیاء صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا" (حاکم، ترمذی)

خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور دوسرے بزرگان دین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی تجارت فرمایا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ تجارت ہی کی غرض سے مسلمان عرب سے نکل کر دور دراز ملکوں میں پہنچے اور تجارت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا زبردست کارنامہ بھی انجام دیا۔ البتہ اسلامی اور غیر اسلامی تجارت میں فرق ہے۔ اسلام نے تجارت میں بدعہدی، خیانت، فریب مال میں ملاوٹ، ناپ تول میں کمی بیشی، ذخیرہ اندوزی (Hoarding) اور کالا بازاری (Black-Marketing) اور سودی کاروباری کو ممنوع قرار دیا ہے اور جو چیزیں اسلام میں حرام وناجائز ہیں ان کی تجارت بھی حرام و ناجائز ہے البتہ سونے اور ریشم کی تجارت میں حرج نہیں کہ یہ چیزیں عورتوں کے لئے جائز ہیں۔

اسلام نے اس آیت کریمہ:

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو" (سورۃ النساء:۲۹۔ کنزالایمان)

کے مطابق تجارت کو دو شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ (۱) باہمی رضامندی (۲) ایک فریق کا فائدہ دوسرے فریق کے نقصان پر مبنی نہ ہو۔

تجارت کے فروغ میں بینک کلیدی کردار ادا کرتے ہیں اسلئے کہ سرمایہ کے بغیر تجارت کا تصور بیکار ہے اور بینک نئے نئے کاروباری امور کو بڑھاوا دینے، کل کارخانوں ملوں نیز گھریلو صنعت و حرفت وغیرہ کے لئے تاجروں کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ موجودہ دور اقتصادی منصوبہ بندی کا دور ہے۔ مختلف ممالک میں ماہرین اقتصادیات ملکی وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اقتصادی منصوبہ بندی میں منصوبوں کی تکمیل کے لئے کن ذرائع سے رقم حاصل کی جاسکتی ہے اس پر بھی خیال رکھا جاتا ہے اور اس کا سب سے آسان طریقہ ہے ملکی بچت یعنی ملک میں بچت کی ہمت افزائی کی جائے۔

آج ہندوستان میں بھی شہر شہر گاؤں گاؤں بینکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ بینک عوام کی بچت کے سلسلے میں حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ان کی رقوم ایک متعین منافع (Interest) کی شرح پر بینکوں میں جمع کراتے ہیں اور پھر اس کثیر سرمایہ کو تاجروں، صنعت کاروں کو اپنے متعینہ سود کی شرح پر قرض دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اب حکومت چھوٹے چھوٹے کاریگروں اور معمولی دکانداروں اور گاؤں میں عورتوں تک کو چھوٹے چھوٹے کاروبار کرنے کے لئے قرض دے رہی ہے اور جانے کتنی تجارتی و صنعتی یونٹیں (Units) قائم ہیں اور کتنی اسکیمیں چلائی جارہی ہیں۔

اس تمہید سے بتانا مقصود یہ ہے کہ روز بروز تجارت اور بنکاری

★(ڈائریکٹر الرضا اسلامک اکیڈمی، بریلی، انڈیا)

نظام (Banking System) کی اہمیت وافادیت بڑھتی چلی جارہی ہے۔ تجارت کی اہمیت وافادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ۱۴ رویں صدی ہجری کے عظیم مجدد۔ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نوراللہ مرقدہ نے بھی مسلمانوں کو تجارت صنعت وحرفت اور اپنے اسلامی بنکاری نظام (Islamic Banking System) کو فروغ دینے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مختلف فتاویٰ اور تصانیف میں تجارت، اقتصادیات ومعاشیات اور بنکاری کے نظریوں اور اصولوں پر روشنی ڈالی ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ "المنی والدر لمن عمد منی آرڈر" عنوان کے تحت تجارتی وبنکاری نظام کے نظریات پر روشنی ڈالی ہے نیز زمین اور مکان کی خرید وفروخت اور رہن وغیرہ کے سلسلے میں مختلف حالات اور شرائط کے ساتھ تجارت کے جائز اور ناجائز ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۷ میں صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۹ حصص (Share) بیمہ (Insurance)، برطانوی ہند میں گورنمنٹ بینکوں اور ڈاک خانوں میں جمع کردہ رقم پر منافع کے حصول پر بحث کی ہے۔

ان سب کے باوصف امام موصوف قدس سرہ العزیز نے اپنی ایک کتاب تصنیف "تدبیر فلاح ونجات واصلاح" میں ملت کی بحالی کے لئے جو چار نکات پیش فرمائے ہیں وہ تجارت، معاشیات اور بنکاری کے نظریہ کے اعتبار سے بڑے ہی گراں قدر ہیں۔ امام احمد رضا نے بے سودی اسلامی بینک کے ذریعہ نفع لینے کے مختلف طریقوں کی بابت اپنی ایک تصنیف "کفل الفقیه الفاهم فی قرطاس الدراهم" کا حوالہ بھی دیا ہے۔

رسالہ تدبیر فلاح ونجات واصلاح میں جو چار نکات پیش فرمائے ہیں وہ اس طرح ہیں:

۱:- باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے۔ اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے۔ یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ ووکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہوئے اور ہوئے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔

۲:- اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

۳:- ممبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بنک کھولتے۔ سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ۔ کفل الفقیه الفاهم" میں چھپ چکا ہے۔ ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انہیں فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے۔ اگر مدیون کی جائداد ہی لی جاتی، مسلمان ہی کے پاس رہتی یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے چنگے۔

۴:- سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے سے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا۔ چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے سے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا۔ فا لله و انا الیه راجعون ولا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم۔ دین متین علم دین سے وابستہ ہے۔ علم دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہان کی زندگی جانتے وہ انہیں بتادیتا اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزل ہے جسے عزت جانتے ہو اشد ذلت ہے۔

گو چوتھا نکتہ تجارت یا بینکنگ نظام سے متعلق نہیں ہے لیکن قوم مسلم کے لئے اصل اور اہم نکتہ یہی ہے۔ مسلمان کا حقیقی معنی میں مسلمان بن کر رہنا نہایت ضروری ہے۔ دین سے بے بہرہ ہو کر مسلمان دنیوی ترقی بھی نہیں کرسکتا اور نہ ہی وقار کی زندگی گزار سکتا ہے۔ دین سے وابستہ رہ کر جو دینوی ترقی حاصل ہوتی ہے وہی اصل ترقی اور کامیابی وکامرانی ہے اور غلبۂ اسلام کے ساتھ زندگی گزارنے ہی میں عزت وو قار ہے۔ دین علم دین سے وابستہ ہے اور علم دین مسلمان کے لئے زندگی کے ہر موڑ اور ہر شعبہ میں ضروری ہے۔ تجارت میں بھی علم دین سے واقفیت ضروری ہے تاکہ مسلم تاجر حلال اور حرام کی تمیز کو قائم رکھ سکے۔

امام احمد رضا کے ان چار نکات کے تجزیے میں اقتصادیات و معاشیات کے ماہر پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" نام سے مقالہ پیش فرمایا۔ جس میں انہوں نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی علم معاشیات (Economics) میں

بصیرت، ان کے مسلم بینک کے قیام کے نظریہ کی تابانی، ان کی دور اندیشی اور تفکر و تدبر کو واضح کیا ہے اور یہ حقیقت عیاں کر دی ہے کہ جب جدید اقتصادی نظریات کی ابتدا بھی نہ ہوئی تھی اور بنکاری نظام کو مغربی ماہرین تجارت و اقتصادیات نے اس شدت سے محسوس تک نہ کیا تھا جو آج وہ عمل میں لا رہے ہیں۔ حضرت فاضل بریلوی نے اس سے تقریباً ۲۵ سال قبل اپنے معاشی نکات اور بنکاری نظام کا نظریہ پیش فرما دیا تھا اور برطانیہ کے مشہور ماہر اقتصادیات جے۔ ایم۔ کینس (J.M.Kenes) کے مشہور زمانہ نظریہ۔ "روزگار و آمدنی" کے پیش کرنے سے قبل اقتصادیات کا یہ مساوات "پس اندازی، سرمایہ کاری" اپنے اس چار نکاتی پروگرام کے نکتہ کے ذریعہ پیش فرمادیا تھا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جے۔ ایم۔ کینس (J.M.Keynes) کو اس کے نظریہ "روزگار و آمدنی" پر تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا (۱۹۳۶ء) جب کہ ۱۹۱۲ء میں پیش فرمودہ معاشی و تجارتی نظریات کی طرف امام احمد رضا کی قوم نے دھیان تک نہ دیا۔

پروفیسر رفیع اللہ صدیقی شدید رنج و قلق کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اب اہل دل اور اہل نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جب کہ ۱۹۱۲ء میں مولانا احمد رضا خاں نے مسلمانوں کو ابہات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں اور آج کے ماحول پر نظر ڈالیں جب کہ حکومتیں اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ عوام زیادہ سے زیادہ بچت کریں۔ کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دور اندیشی کے؟ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں! کینز کو اس کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے اس بناء پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کر لی تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خاں بریلوی شائع کروا چکے تھے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی"
(فاضل بریلوی کے معاشی نکات)

حضرت امام احمد رضا بریلوی کے بنکاری نظام کے نظریئے کے بارے میں مزید تحریر کرتے ہیں:

"۱۹۱۲ء میں جب کہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بینک کس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو نہ صرف فضول خرچی سے باز رکھنے کی تلقین کی، نہ صرف پس اندازی کی ہدایت کی بلکہ صاحب حیثیت اور دولت مند مسلمانان ہند سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے بینک قائم کریں۔ وہ بینک جہاں کم حیثیت کے مسلمان اپنی چھوٹی چھوٹی بچائی ہوئی رقم محفوظ رکھ سکیں اور جہاں سے باصلاحیت مسلمان تاجروں کو سرمایہ فراہم ہو سکے اور وہ صنعت کاری کے میدان میں ہندوؤں کا مقابلہ ڈٹ کر کر سکیں؟"
(فاضل بریلوی کے معاشی نکات)

عصر حاضر کے ایک دانشور برطانوی نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم نے اپنے چھ انگریزی مقالات کے توسط سے حضرت فاضل بریلوی کے اس چار نکاتی پروگرام کا جائزہ وسیع کینوس پر لیا ہے۔ انہوں نے ان چار نکات کے ذریعہ امام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظریات کو اجاگر کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ عہد رضا میں رضا کا یہ چار نکاتی فارمولہ قوم مسلم کی بحالی کا واحد حل تھا اور آج بھی یہی پروگرام ملت کی بحالی کی کلید ہے اور آئندہ بھی اس منصوبۂ رضا پر عمل پیرا ہو کر کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

راقم الحروف نے ڈاکٹر محمد ہارون کے ان انگریزی مقالات کا اردو ترجمہ کر کے "امام احمد رضا کا ۱۹۱۲ء کا منصوبہ" نام سے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا ہے اور راقم کا یہ ترجمہ ادارہ مسعودیہ کراچی سے بھی شائع ہو گیا ہے۔

اب پروفیسر رفیع اللہ صدیقی اور ڈاکٹر ہارون صاحبان کے جائزوں سے الگ ہٹ کر ان چار نکات نیز رسالہ کفل الفقیہ الفاھم (اردو ترجمہ) کی روشنی میں امام احمد رضا کے تجارتی اور بنکاری نظریات کا جائزہ لیتے ہیں:-

تجارت کے لئے سرمایہ اور تجارتی اشیاء دونوں لازمی ہیں۔

تجارتی اشیاء کے لئے زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمین سے ہی غلہ، پھل، پھول، سبزی نیز دیگر خام مال، جیسے کپاس، مختلف قسم کے دھات وغیرہ اور پھر خام مال وہ زمین سے حاصل ہوا ہو یا کسی اور ذریعہ سے اس کی تیاری اور اس سے مصنوعات بنانے کے لئے صنعت و حرفت ضروری ہیں۔

سرمایہ کے حصول کا ایک ذریعہ بچت ہے یعنی آدمی کے پاس خود کاروبار کے لئے ضروری سرمایہ ہو جسے ظاہر ہے اس نے پس انداز

کر کے ہی جمع کیا ہوگا یا پھر دوسرا ذریعہ ہے قرض اور ظاہر ہے مہاجنی قرض تباہی کا باعث بھی ہے اور سود کی لعنت میں بھی گھیرنے والا۔ تیسرا طریقہ ہے بینک سے قرض لیکن یہ اگر آج کی طرح گورنمنٹ بینک سے قرض (Loan) لیا جاتا ہے تو انٹرسٹ (Interest) یہاں بھی دینا ہوتا ہے اور یہ بھی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں کہ اس بوجھ کو برداشت کر سکے۔

اب آیئے مسلمانوں کے تجارت، صنعت و حرفت اور بنکاری نظام کو امام احمد رضا کے نکات کی روشنی میں دیکھیں کہ کس طرح مسلمانوں کو سود کی لعنت، مہاجنی قرض کی تباہی اور نوکری کرنے یا نوکری تلاش کرنے وغیرہ جیسی زحمتوں سے امام نے بچے رہ کر آزاد اور خوش حال بنے رہنے کا فارمولہ عطا کیا ہے۔

پہلا نکتہ ہے......... "ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہو سکیں"۔

اس نکتہ میں ایک تو فضول خرچی کی مذمت ہے جو بذات خود ایک لعنت ہے۔

دوسرے مقدمہ بازی وغیرہ سے روکنے اور معاملات کو باہم فیصل کرنے میں آپسی میل محبت یعنی قومی اتحاد کا درس بھی ہے اور الجھنوں سے بچاتے ہوئے ذہنی سکون کے حصول کا راستہ بھی۔

امام نے اس نکتہ کے ذریعہ "پس اندازی" کا جو نظریہ واضح کیا ہے وہ جدید اقتصادیات کی جان ہے علم معاشیات کی رو سے سرمایہ کاری بچت ہی کے ذریعہ ممکن ہے یعنی بچت (Saving)۔ سرمایہ کاری (Investment) مسلمانوں کی یہ بچت انفرادی طور سے بھی ہر ایک کے لئے فائدہ مند ہے اور مجموعی طور سے پوری قوم کے لئے اور یہی قومی سرمایہ انفراد قوم کے کاروبار میں کام آسکتا ہے انہیں قرض دے کر لیکن اس قومی سرمایہ کے لئے مسلم بینک کا قیام بھی ضروری ہے اور اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان سرمایہ کی ذخیرہ اندوزی نہ کر کے اسے گردش میں رکھے گا ہر ایک کے کام آئے گا۔ اور سرمایہ دارانہ ذہنیت رفتہ رفتہ ختم ہوگی اور سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت نہیں ملے گی اور یہی سبب ہے کہ اس نکتہ اوّل میں بچت کی ہدایت کرتے ہوئے نکتہ سوم میں امام نے "تونگر مسلمانوں سے بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، اور حیدر آباد وغیرہ میں اسلامی بینک کے قیام کی اپیل کی تھی"۔

امام نے اس نکتہ میں یہ بھی صاف فرما دیا ہے کہ "آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے"۔

مسلمان حکومتی بینک میں جو رقم جمع کرتا ہے اس سے اس کی قوم کو برائے نام فائدہ پہنچتا ہے اور دوسری قومیں پورا پورا فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اپنے اسلامی بینک میں اپنی رقم جمع ہوتی تو بھلے منافع اتنا ہی یا اس سے کم بھی ملتا لیکن اپنا سرمایہ اپنوں کے کام آتا اور پوری قوم معاشی طور سے مستحکم ہوتی۔

دوسرے نکتہ میں امام احمد رضا نے یہ کہہ کر "اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہو تاکہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں" تجارت کا زریں اصول مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا ہے یوں کہئے کہ تجارت کی روح نکال کر پیش کر دی ہے۔

۱:- مسلمانوں کو صرف اپنی ہی قوم سے خریداری کی تلقین کی ہے تاکہ اپنی رقم اپنوں ہی میں جائے لیکن دوسروں کو اپنا مال بیچنے کی پابندی نہیں لگائی ہے یعنی اگر اپنوں میں مال کی کھپت نہ ہو سکے تو دوسروں کو فروخت کر سکتے ہیں۔ تاکہ ان کی رقم اپنے پاس آئے۔ آگے یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنا خام مال دوسروں کو بالخصوص دوسرے ممالک کو ان کے کسی سامان یا مصنوعات کے بدلے نہ دیا جائے یعنی درآمد (Import) نہ کیا جائے البتہ اپنی مصنوعات کی برآمد کی جا سکتی ہے یعنی ایکسپورٹ (Export) اور اس طرح زر مبادلہ (Exchange) میں اضافہ ہوگا یعنی قومی معیشت میں اضافہ ہوگا اور اسے استحکام حاصل ہوگا۔

اپنوں ہی میں کاروبار کا نظریہ در اصل نظریہ تامین (View Point of protection) ہے۔ اور تامین اس لئے ضروری ہے کہ ملک کی دولت یا قومی سرمایہ ملک یا قوم ہی میں رہے۔ اس سے روزگار میں اضافہ ہوتا ہے نیز یہ جذبہ حب الوطنی یا ملی و قومی محبت کے فروغ کا باعث ہے۔

امام کے اسی نکتہ پر برسوں بعد یورپین نے عمل کیا اور یورپین نے مشترکہ منڈی قائم کی جس میں انہیں زبردست کامیابی حاصل ہوئی اور

معاشی استحکام کی بدولت انہیں سیاسی استحکام بھی حاصل ہوا۔

۲:-۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا کی نگاہ اس پر بھی تھی کہ آج جو مسلم روٴسا نوابی اور زمینداری کے نشہ میں چور ہیں اگر کل یہ چھن گئیں تو یہ ناکارہ محض ہو کر رہ جائیں گے اور پسپا قوم ان پر پوری طرح حاوی ہو جائے گی۔ آخر زمانہ نے دیکھا کہ ہند کی آزادی اور ملک کی تقسیم کے بعد جب ریاستیں ختم ہوئیں اور زمینداری ٹوٹی (Zamindari Abolition) تو غیر مسلم راجاؤں اور زمین داروں نے کمپنیاں اور فیکٹریاں قائم کرلیں لیکن مسلمانوں میں شاید ہی معدودے چند کاروبار یا تجارت کے میدان میں آئے ہیں۔

عہد امام رضا میں، اس سے پہلے اور آج بھی ہر طرح کی حرفت اور کاریگری مثلاً کپڑا سازی (ہر طرح کا کپڑا، ساڑی، تہبند، رومال، دری، قالین، کشمیری شال وغیرہ) کپڑوں کی رنگائی و چھپائی، دباغت (چمڑا سازی) ادویات سازی، عطر سازی، روغن سازی، سرمہ سازی لکڑی کے فرنیچر، بیت کے کام، زری، زردوزی، پولٹری فارمنگ (مرغی و انڈے کے کام) فشیریز (مچھلی وغیرہ کے کام۔ (Fisheries) ہر طرح کی برتن سازی، سونے چاندی کے کام، شیشے کے کام، ہیرے و پتھر تراشنے کے کام اور بہت سارے حرفت و کاریگری نیز الیکٹریکل و مکینکل (بجلی و میکنک والے کام) امور میں بھی مسلمان کاریگر یا مستری کافی آگے تھے۔ اگر وہ اپنے انڈسٹری قائم کرتے، کاریگری کے کاموں میں انہیں سرمایہ فراہم کرتے، ان کی حوصلہ افزائی کرتے تو ہر طرح کی تجارت اور انڈسٹری پر مسلمان ہی چھائے رہتے اور دوسرے لوگ ان مسلم کاریگروں کا استحصال نہ کر سکتے تھے۔ آج مسلم کاریگروں کا یہی حال ہے۔ ان کی محنت، ذہانت، اور کاریگری کا دوسری قومیں استحصال کر رہی ہیں اور ان کے حصے میں صرف مزدوری آتی ہے اور وہ بیچارے ایسے عالم میں استعمال ہونے اور اپنا استحصال کرانے کے لئے مجبور ہیں۔

امام نے مسلم صنعت کاروں کے سرمایہ کے لئے اپنے دو نکات بچت کرنے اور بینک کے قیام میں پوشیدہ کر دیا تھا۔ کاش اس پر سے پردے اٹھائے جاتے اور امام کے نکات پر عمل کیا جاتا تو آج عالم ہی کچھ اور ہوتا۔

امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء منصوبہ کی خوبی یہ ہے کہ اس پر کسی بھی ملک (مسلم ملک یا سیکولر اسٹیٹ) میں آج یا مستقبل میں (کسی بھی عہد) میں عمل پیرا ہو کر کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اب جناب امام احمد رضا کے بے سودی اسلامی بینک سے نفع حاصل کرنے کے چند طریقے بھی ملاحظہ کریں۔ امام نے اپنے نکتہ سوم میں صاف لکھ دیا ہے کہ ”سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کفل الفقیہ الفاہم میں چھپ چکا ہے“۔

”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ امام احمد رضا کی وہ معرکۃ الآراء تصنیف ہے جسے انہوں نے ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۵ء میں اپنے دوسرے حج و زیارت کے موقع پر مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران ایک روز اور کچھ گھنٹوں میں تحریر فرمایا تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حنفی امام شیخ عبداللہ میر داد بن شیخ الخطباء شیخ احمد ابوالخیر رحمہما اللہ تعالیٰ نے کرنسی نوٹ سے متعلق امام کی خدمت میں بارہ سوالات پیش کئے تھے۔ امام نے ہر سوال کا ایسا جواب دیا کہ فقہائے کرام مطمئن بھی ہوگئے اور امام کی فقاہت اور ذہانت دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور ان کی علمی و فقہی وجاہت کے آگے عقیدت کی گردنیں خم کر دیں۔

امام احمد رضا نے ثابت کر دیا کہ نوٹ قیمتی مال ہے رسید نہیں۔

اسلامی نظام کے نفاذ اور اقتصادی نظام نیز بینکوں کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کے لئے یہ ایک عظیم نعمت ہے۔ مسلم علماء میں امام احمد رضا ہی کی ذات ایسی ہے جنہوں نے پہلی بار کرنسی نوٹ کے جواز کا فتویٰ دیا۔ یہ بھی عالم اسلام پر ان کا ایک عظیم احسان ہے۔ امام بلاشبہ ۱۴ اردیں اسلامی صدی کے عظیم مجدد تھے۔ ان کی بہر تصنیف کا علم و تحقیق کا خزانہ، سچائی کا آئینہ اور ہر تصنیف کا لفظ لفظ معتبر ہے۔ ان کی ہر تصنیف سے ان کے کارنامہ تجدید کے ہر درخشاں کی شعاعیں پھوٹتی نظر آتی ہیں۔

امام نے یہ رسالہ فصیح عربی میں لکھا تھا۔ شہزادہ امام احمد رضا حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خاں قدس سرہ نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا۔

سود سے بچنے کے طریقے کہ زیادہ لیں اور سود نہ ہو

(رسالہ کفل الفقیہ الفاہم سے)

امام احمد رضا نے اس طرح کے کئی طریقے بتائے ہیں کہ مسلمان اپنے روپیہ پر کسی مسلمان سے زیادہ لے اور وہ سود بھی نہ ہو۔

حیلہ (۱):- ایک شخص کے دوسرے پر دس روپئے آتے تھے

اس نے یہ چاہا کہ دس کے تیرہ کرلوں ایک معیاد تک۔ علماء نے فرمایا کہ وہ مدیون سے ان دس کے عوض کوئی چیز خریدلے اور اس پر قبضہ کرلے پھر وہی چیز اس مدیون کے ہاتھ سال بھر کے وعدہ پر کو بیچ ڈالے تو حرام سے بچ جائے گا۔ اور اس کا مثل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہوا کہ حضور نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔ (قاضی خاں ۲/۴۰۶ (مطبوعہ نول کشور لکھنؤ) انتھی اور اسی طرح بحر الرائق نے بحوالہ خلاصہ نوازل امام فقیہہ ابواللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے" (ص ۶۸۔۶۹، اردو ترجمہ)

اسی طرح اور بھی حیلے بیان فرمائے ہیں۔

اس طرح کے حیلہ کو حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے بیع عینہ کا نام دیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے عینہ کو جائز کیا ہے اور اس پر ثواب بھی بتایا ہے اس لئے کہ اس میں حرام یعنی سود سے بھاگنا ہے۔

(۲) نوٹ کی بیع کم زیادہ کو جائز ہے۔ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں:...... "ہاں نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضا مندی ہو جائے اس کا بیچنا جائز ہے۔ (صفحہ ۵۷)

(۳) ایک روپیہ ایک اشرفی کو بلکہ ہزار اشرفیوں کو بیچنا جائز ہے" (صفحہ ۶۱)

اب اگر مسلم بینک قائم کیا جائے اور کھاتہ داروں کی جمع کردہ رقم پر امام احمد رضا کے بتائے ہوئے شرعی حیلوں سے زیادہ رقم دیا جائے تو جائز ہے۔ لہٰذا مسلم بنک کے ذریعہ بچت کھاتہ (Saving Account) اور ایک مخصوص مدتی رقم (Fixed deposit) پر نفع دیا جاسکتا ہے اور جمع شدہ سرمایہ سے مسلم تاجروں اور صنعت کاروں کو قرضے بھی نفع پر دیئے جاسکتے ہیں اور اس طرح مسلم تجارت اور صنعت و حرفت کو فروغ دے کر قومی معیشت مستحکم کی جاسکتی ہے اور مسلمان حکومت یا کسی اور کے آگے نوکری کے لئے گڑگڑانے کے بجائے خود تجارت، اپنے ہی فرموں اور انڈسٹریوں میں ملازمت کرسکتا ہے اور اپنی کاریگری، صلاحیت اور محنت کو زیادہ بہتر طریقہ پر زیادہ خوشحالی کے ساتھ بروئے کار لاسکتا ہے۔

زیر نظر رسالہ میں امام احمد رضا نے یہ بھی لکھا ہے کہ خرید و فروخت میں کوشش کرنا سنت ہے۔ (ص ۷۵)

امام احمد رضا قوم کو کفر و شرک کی ہر جکڑ سے آزاد دیکھنا چاہتے تھے اور اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو معاشی طور پر مضبوط ہو کر سیاسی اور سماجی اعتبار سے مضبوط اور طاقتور ہونے کی تلقین کی ہے اور یہ تجارت اور صنعت و حرفت ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔

ماخذ و مراجع

(۱) قرآن کریم (۲) حدیث شریف (۳) فتاویٰ رضویہ جلد ۷، ۱۱، از امام احمد رضا (۴) تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۵) کفل الفقیہہ الفاہم از امام احمد رضا (۶) فاضل بریلوی کے معاشی نکات از پروفیسر رفیع اللہ صدیقی (۷) امام احمد رضا کا ۱۹۱۲ء منصوبہ (انگریزی) ڈاکٹر محمد ہارون۔ ترجمہ عبدالنعیم عزیزی)

●●●

امام احمد رضا کی ظریفانہ وطنزیہ شاعری

از: ڈاکٹر صابر سنبھلی

ظرافت عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کا مادّہ ہے ''ظرف'' معنی ہیں خوش طبعی، دانائی وغیرہما۔ (یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ جتنا عالی ظرف ہوگا اتنی ہی عالی ظرافت ہوگی) اگر چہ ہجو تمسخر وغیرہ بھی لوگوں کو ہنسنے کا موقع دیتے ہیں، لیکن ان کو ظرافت جیسی اعلیٰ چیز کے تحت نہیں رکھنا چاہیے۔ گالی دینے والا یا مسخرگی کرنے والا ظریف نہیں ہوتا بلکہ کم ظرف ہوتا ہے، خواہ اس کی باتوں پر لوگ کتنے ہی قہقہے کیوں نہ لگاتے ہوں۔

طنز، ظرافت کی اعلیٰ قسم ہے، لیکن اس کا نباہ پانا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ صالح طنز نگاری کے لئے بڑی مشاقی کی ضرورت ہے۔

علمائے باعمل کے بارے میں تصور عام ہے کہ وہ خشک مزاج، نک چڑھے، چڑچڑے اور روتی صورت ہوتے ہیں۔ خشیت الٰہی کے سبب اگر کوئی شخص ہر وقت غمگین رہتا ہے یا غیر شرعی باتوں پر خفگی کا اظہار کرتا ہے تو یہ اچھی بات ہے، لیکن بے وجہ یا خود کو باوقار ظاہر کرنے کے لئے ان چیزوں کو اپنا لینا پسندیدہ نہیں۔ اطباء کا قول ہے کہ ہنسنا تندرستی کیلئے فائدے مند ہے۔ اسلام بھی اس کی ممانعت نہیں کرتا۔ بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

قرآن کریم شاہد ہے کہ اللہ رب العزت بھی کچھ لوگوں کے ساتھ استہزاء (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) کرتا ہے۔ احادیث کریمہ میں بھی ایسے واقعات ملتے ہیں، جن سے رسول اللہ ﷺ کا شگفتہ مزاج کرنا ثابت ہوتا ہے۔ دو تین واقعات سے اشارۃً ذکر کئے جاتے ہیں:

(1) کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اونٹ مانگا۔ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا ''میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا''۔ اس پر وہ شخص ملول ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے''

(2) ایک بوڑھی عورت سے فرمایا ''بوڑھیاں جنت میں نہیں جائیں گی''۔ بوڑھی غمگین ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جنت میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا سب کو جوان بنا کر جنت میں داخل کیا جائے گا''۔

(3) آپ ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کھجوریں کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ گٹھلیاں نکال نکال کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آگے ڈالتے جاتے تھے، جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے آگے کافی گٹھلیاں جمع ہوگئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''علی تم نے اتنی کھجوریں کھالیں؟''۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا ''حضور! میں نے گٹھلیاں نکال کر کھائی ہیں''

صحابہ کرام اور تابعین کرام سے بھی لطائف منقول ہیں علماء کرام سے بھی لطائف صادر ہوتے رہے ہیں، جن کا ذکر کتابوں میں موجود ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا محمد احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے عہد کے دنیا کے سب سے بڑے عالم تھے۔ وہ صرف اسلامیات کے عالم نہیں تھے بلکہ اسلامیات کے علاوہ بھی درجنوں علوم کے علام تھے۔ ہزار سے زیادہ کتب کے مصنف کے بارے میں شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ اس کو ظرافت کے لئے وقت کہاں ملتا ہوگا۔ شاید کوئی یہ بھی سوچے کہ علم کے اس کوہِ عظیم سے جو شریعت اسلامی کا نمونہ بھی تھا ظرافت کی کیا توقع کی جاسکتی ہے، لیکن ایسا سوچنا غلط ہوگا۔ اہل سنت کے اس پیشوا نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس سنت کو بھی ترک نہیں کیا جس سے دوسرے کی طبیعت شگفتہ ہوتی ہے۔ ان کے لطائف وظرائف ''حیات اعلیٰ حضرت'' حصہ اول مرتبہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

شاعری میں بھی انہوں نے ظرافت کو نظرانداز نہیں کیا۔ نعت جیسی مقدس صنف میں بھی رسول اللہ ﷺ اور ان کے محبوبوں کا مرتبہ گھٹانے والوں پر انہوں نے طنز کے تیر جم کر چلائے ہیں اور ان کا وار ایسا بھرپور ہے کہ تیر کھانے والا مذبوح کی طرح پھڑ کنے لگتا ہے۔ ان کی ظرافت میں طنز بھی ہے اور مزاح بھی، لیکن انہوں نے معیار کو کہیں گرنے نہیں دیا۔ ظرافت کو ظرافت کی طرح ہی استعمال کیا ہے۔ اس کو پھکڑ پن یا تمسخر نہیں بننے دیا۔

یہاں حدائق بخشش حصہ اول و دوم سے اعلیحضرت کی ظرافت کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

عہد رضا میں مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ وہابی تحریک عقلیت کا سہارا لے کر آگے بڑھ رہی تھی۔ اس تحریک کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے دل میں سلف صالحین کی کوئی عزت نہیں رہی تھی۔ انبیاء اور رسل علیہم السلام کی اس کے سوا کوئی امتیازی حیثیت نہیں تھی کہ وہ حامل وحی تھے، بلکہ سید المرسلین اور تاجدار انبیا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے روضہ انور پر جاکر اس شخص نے گستاخانہ کلمات بھی کہے۔ اس کے نزدیک اس کے ہاتھ کی لاٹھی رسول آخر ﷺ سے زیادہ کارآمد تھی۔ اس کی اور اس کے متبعین کی گستاخیوں کی وجہ سے نجدیت گستاخی رسول اور توہین نبی ﷺ استعارہ بن گئی۔ سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے براہین قاطعہ سے نجدی فتنے کے عقائد کا نثری رد کیا۔ ساتھ ہی شاعری میں بھی ان پر طنز کرنے سے نہیں چوکے۔ کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

نجدی! تجھ کو اس نے مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیت ولادت کیجئے

بد ہیں مگر انہیں کے ہیں، باغی نہیں ہیں ہم
نجدی نہ آئے اس کو یہ منزل خطر کی ہے

تف! نجدیت، نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف
ظالم اِدھر کی ہے نہ اُدھر کی، اُدھر کی ہے

ذکر خدا جوان سے جدا چاہوں نجدیو!
واللہ ذکر حق نہیں ، کنجی سقر کی ہے

ان کے نام پاک پر دل ، جان ، مال
نجدیا! سب تجدیا، پھر تجھ کو کیا؟

نجدی مرتا ہے کہ کیوں تنظیم کی
یہ ہمارا دین تھا ، پھر تجھ کو کیا؟

ہندوستان کے کچھ جدت اور بدعت پسند لوگوں کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی باتیں اچھی لگیں، لیکن ان میں ہمت کی کمی تھی وہ نجدی کی پوری طرح پیروی کرتے ڈرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے عقائد تو اس کے لئے ، لیکن فروعی مسائل میں خود کو سواد اعظم سے الگ نہ کر سکے۔ اس میں یہ فائدہ بھی مقصود تھا کہ مذہب حنفی کی پیروی میں سواد اعظم جیسی نمازیں پڑھ کرنے اور کم علم لوگوں کو پھانسنے کا اچھا چانس تھا۔ ہندوستان میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے نجدی کے چاولوں میں سواداعظم کی دال ملا کر نئے قسم کی کھچڑی پکائی اور کچھ دن بعد اس کھچڑی کا مطبخ عظیم دیوبند قرار پایا۔ اس مطبخ کے تین باورچیوں کا بھی اعلیٰ حضرت نے اپنی شاعری میں خوب خاکا اڑایا ہے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی قلعی اس طرح کھولتے ہیں۔

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا، وہ ذبیح تیغ خیار ہے

یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر ، یہ ہے مستقیم صراط شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر ، تو زباں پہ چوڑھا چار ہے

تھانوی صاحب کا صرف دوجگہ اشارۃً ذکر کیا ہے۔

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

ساتھ لے لو مجھے میں مجرم ہوں
راہ میں پڑتے ہیں تھانے والے

تھانے والے سے مراد پولیس دور کی کوڑی ہے مطلب یہ ہے کہ بندہ گناہ گار ہوں اور راستے میں تھانہ بھون کا ایک شخص لوگوں کو بہکاتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھ گناہ گار کو بھی بہکا دے۔ اس لئے حضور! مجھے ساتھ رکھئے۔

گنگوہی صاحب کے بارے میں امام احمد رضا کی ظرافت بڑی نوکیلی اور دھاردار ہوگئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

مدینہ جانِ جنان و جہاں ہے وہ سن لیں
جنہیں جنونِ جنان سوئے زاغ لے کے چلے

گلہ نہیں ہے مرید رشید شیطان سے
کہ اس کی وسعت علمی کا لاغ لے کے چلے

ہر ایک اپنے بڑے کی بڑائی کرتا ہے
ہر ایک مغبچہ مغ کا ایاغ لے کے چلے

مگر خدا پہ جو دھبا دروغ کا تھوپا
یہ کس لعیں کی غلامی کا داغ لے کے چلے

وقوع کذب کے معنی درست اور قدوس
ہئے کی پھوٹے عجب سبز باغ لے کے چلے

جہاں میں کوئی بھی کافر سا کافر ایسا ہے
کہ اپنے رب پہ سفاہت کا داغ لے کے چلے

پڑی ہے اندھے کو عادت کے شوربے ہی سے کھائے
بٹیر ہاتھ نہ آئی تو زاغ لے کے چلے

خبیث بہر خبیثہ ، خبیثہ بہر خبیث
کہ ساتھ جنس کو باز و کلاغ لے کے چلے

جن زمانے میں کھچڑی مذہب ہندوستان میں پھیلنا

شروع ہوا تو عوام الناس میں اس کو وہابیت اور اس کے پیروؤں کو وہابی کہا گیا۔ امام احمد رضا نے ان کے خیالات و اعمال کا خواب غاکہ اڑایا، دو چار جگہ وہابی بھی کہا ہے۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

بلا بارید حب شیخ نجدی بر وہابیہ
کہ عشق آساں نمود اول ولے اُفتاد مشکلہا

وہابی گرچہ اخفامی کند بغض نبی لیکن
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

ستم کوری وہابی رافضی کی
کہ ہندو تک ترا قائل ہے یاغوث

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں، اسے منظور بڑھانا تیرا

سنیو! ان سے مدد مانگے جاؤ
پڑے بکتے رہیں بکنے والے

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں، کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہو محمدی، ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں پہنچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا

اف رے! منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کمبخت کے ایمان گیا

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

یا رسو اللہ دہائی آپ
گوشمالِ اہل بدعت کیجئے

حاکم حکیم دادو وادیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے، کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں
خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

محافل میلاد شریف اور ذکر سرکار کو روکنے کے لئے اس طائفے نے کتابوں پر کتابیں لکھ ڈالیں۔ اس کوشش سے محافل میلاد شریف اور ذکر ختم تو نہ ہو سکے۔ لیکن ان میں کچھ کمی ضرور آ گئی۔ اگر امام احمد رضا کا قلم حرکت میں نہ آتا تو شاید یہ لوگ اپنی کوششوں میں کسی حد تک کامیاب ہو جاتے۔ دلائل و براہین سے رد کرنے کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا نے ان پر طنز کے تیروں کی بھی خوب برسات کی۔ چند تیروں کا مزہ آپ بھی لیجئے۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں دم جب تک ہے ذکر انکا سناتے جائیں گے

ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں
چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

کیجئے چرچا انہیں کا صبح و شام
جان کافر پر قیامت کیجئے

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول الہ کی

عرض کیا جاچکا ہے کہ اس کھچڑی مذہب کا سب سے بڑا مرکز دیوبند قرار پایا۔ اس لئے اب اس مذہب کو دیوبندیت کے نام سے پہنچانا جاتا ہے۔ امام احمد رضا نے دیوبند کے نام سے بھی فائدہ اٹھایا اور اس طرح داد ظرافت دی۔

پھیر دیجئے پنجۂ دیو لعیں
مصطفیٰ کے بل پہ طاقت کیجئے

دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب
تو نہ ان کا ہے نہ تھا، پھر تجھ کو کیا؟

دیو تجھ سے خوش ہے، پھر ہم کیا کریں
ہم سے راضی ہے خدا، پھر تجھ کو کیا؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا لٹریچر شاہد ہے کہ انہوں نے اگر کسی کی تعریف کی ہے تو اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کو خوش کرنے کے لئے اور اگر کسی کی مذمت کی ہے تو بھی اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے چنانچہ تواب نانپارہ کی مدح کی خواہش کو یہ کہہ کر رد کر دیا۔

کروں مدح ''اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرا دین پارہ ناں نہیں''

کچھ ایسی ہی صورت ہر جگہ رہی۔ محبان خدا و محبان محبوب خدا اور حامیان دین متین کی انہوں نے دل کھول کر تعریف کی ہے اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اسلام کے دشمنوں کی ہر جگہ خبر لی ہے بلکہ طنز و ظرافت کا نشانہ بنایا ہے۔ اس لئے ان کی ظرافت بھی توشۂ آخرت سے کم نہیں۔

صد سالہ جشن منظر اسلام

یادگارِ امام احمد رضا ''جامعہ رضویہ منظرِ اسلام'' بریلی شریف کا صد سالہ جشن صفر المظفر ۱۴۲۲ھ کو نہایت شان وشوکت سے منایا جارہا ہے اس موقع پر ''ماہنامہ معارف رضا کراچی'' خصوصی مقالات و مضامین شائع کرے گا جبکہ ''ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی'' ایک ضخیم یادگاری مجلّہ شائع کر رہا ہے اہلِ علم سے مقالات و مضامین بروقت ارسال کرنے کی درخواست ہے دونوں رسائل کیلئے مقالات ادارہ کے پتے پر ارسال کیئے جاسکتے ہیں (ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان)

(ساتویں قسط)

سفر نامۂ قاہرہ

تحریر: سید وجاہت رسول قادری

اس نشست میں جتنے ادباء وشعراء شریک تھے ان میں اکثریت ان کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگرد کی تھی۔ اس وقت مصر میں حضرت دکتور خفاجی صاحب پاکیزہ اور اسلامی ادب کے نقیب سمجھے جاتے ہیں۔ استاذ شیخ محمد حازم صاحب نے علامہ خفاجی صاحب سے ہمارا تعارف کرایا۔ انہوں نے مجلس میں ہمیں خوش آمدید کہتے ہوئے اپنی ایک جدید تصنیف ''تیارات الأدب العربی فی قرن العشرین'' اپنے دستخط کے ساتھ ہمیں عطا فرمائی، جس کے مطالعہ سے جہاں ایک طرف عربی شعروادب کی تاریخ پر ان کی گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے وہیں شعر و ادب سے متعلق ان کے پاکیزہ اور صالح نظریات و خیالات اور ستھرے ذوق سے بھی واقفیت ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور ان کے علم و عمل، صحت و عافیت اور زبان وقلم میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس پاکیزہ ادبی مجلس میں قاہرہ کی جو معروف صاحب وعلم فضل شخصیات شریک تھیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱---الاستاذ محمد عطیہ (''ضیف الندوۃ'' یعنی مہمان خصوصی)

۲---الدکتور محمد مصطفیٰ سلام

۳---الاستاذ محمد سلم الدسوقی

۴---شاعر محمد علی عبدالعال

۵---شاعر جمیل عبدالغنی

۶---شاعر ھارون ھاشم رشید

۷---مستشار الشاعر حسین علی نجیم

نشست میں جدید عربی کے بعض ادباء وشعرا کے فن پاروں پر اظہار خیال کیا گیا۔ حضرت دکتور خفاجی صاحب کے مذکورہ مقالہ ''تیارات الأدب العربی فی قرن العشرین'' پر بھی اظہار خیال ہوا اور علامہ خفاجی صاحب کی ادبی خدمات پر دل کھول کر اظہار خیال کیا گیا اور انہیں خراج تحسین پیش کیا گیا۔ بعض حضرات نے فی البدیہہ تقریر کی، بعض نے مقالے کی صورت میں پڑھا، شعراء نے اپنی غزلیں بھی پڑھیں۔ لیکن یہ تمام منثور ومنظوم گفتگو شرکائے مجلس کے اعلیٰ ذوق اور ان کے پاکیزہ ذہن کی عکاس تھیں۔ ہمارے لئے جو پرمسرت بات تھی وہ یہ کہ اس ادبی نشست کا آغاز اللہ تعالیٰ کے ذکر (تلاوت کلام الٰہی) اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی مدح سراہی سے ہوا۔ اور اس کا اختتام بھی نعت رسول مقبول ﷺ پر ہوا۔ ایک صاحب نے یہ انکشاف کیا کہ وہ جو نعت شریف سنا رہے ہیں وہ مدینہ منورہ میں روضۂ سید عالم ﷺ پر تحریر کی گئی ہے اور وہیں بعد مواجہٗ اقدس میں پیش کی جا چکی ہے۔ ایک دوسرے صاحب نے یہ مژدہ سنایا کہ وہ جو نعت مقدس پیش کر رہے ہیں اس کی برکت یہ ہے کہ اس کی تحریر کے چند دنوں بعد انہیں حج بیت اللہ اور

زیارت روضۂ انور کی سعادت نصیب ہوئی۔ جب ذکر رسول اللہ ﷺ محفل میں چھڑ گیا تو لوگوں کے ذوق عشق رسول ﷺ میں مزید اضافہ ہو۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض شرکائے محفل نے ''در رسول مقبول ﷺ'' کی حاضری کے وقت پیش آنے والے بعض دلچسپ مشاہدات بھی شرکاء محفل کی تفننِ طبع کے لئے سنائے کہ انہوں نے نجدی سعودیوں کے شرک، اور حرام، حرام کے فتوؤں سے بچنے کے لئے کیا تدابیر اور حیلے اختیار کئے۔ اسی ضمن میں ایک صاحب نے یہ واقعہ سنایا کہ روضۂ اقدس اور مسجد نبوی شریف میں سید عالم ﷺ سے منسوب کسی شے کے قریب جانا نجدی شرطوں یا مطوؤں کے تشدد کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ لہذا انہوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ وہ وہاں موجود شرطہ یا مطوہ سے اس منسوب شے مثلاً ستون یا جالی شریف پر ہاتھ رکھ کر پوچھتے کہ یہ کیا ہے؟ اس کی کیا تاریخ ہے؟ اور جب تک وہ اس کی تفصیل بتاتا یا اس کی خصوصیت پر روشنی ڈالتا وہ اس پر خوب ہاتھ مس کرتے رہتے اور جب وہ گفتگو ختم کرتا تو ''اچھا'' کہتے ہوئے ہاتھوں کو منہ اور سینے پر مل لیتے اس طرح ان کا کام بھی بن جاتا اور اس کے تشدد سے بھی محفوظ رہتے۔

بہر حال یہ پاکیزہ ادب کی محفل اپنے اختتامی لمحات میں کلیۃً ذکر رسول ﷺ میں تبدیل ہوئی آخر میں علامہ خفاجی صاحب نے علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب سے دعا کی درخواست کی اس دعا کے ساتھ مجلس اختتام کو پہنچی بعد، ڈکتور عبدالمنعم خفاجی صاحب نے تمام شرکاء محفل کا شکریہ ادا کیا اور ہم دونوں (راقم اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا خاص طور سے ذکر کیا اور بار بار ہمارا شکریہ ادا کیا۔ (باقی آئندہ)

دور ونزدیک سے

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری: علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی کتاب یا نمبر شائع نہیں ہوا۔ البتہ محترمہ سلمٰی فردوس صاحب جو پنجاب یونیورسٹی سے علامہ پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں انہوں نے تین ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے جو کمپوز ہو رہی ہے۔ عزیزم ممتاز احمد سدیدی سلمہ ربہ بھی مقالہ لکھنے کا آغاز کر چکے ہیں مطالعہ المرات (عربی) آپ کو بھجوادی تھی۔ امید کہ آپ کو مل گئی ہوگی۔ فقیر بھی آپ کو دلائل الخیرات شریف کی اجازت عرض کرتا ہے فقیر کو مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر متعدد حضرات سے اجازت ہے۔ اس امید پر کہ آپ اس فقیر کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ اسلام آباد کانفرنس کی کامیابی پر ہدیۂ تبریک قبول فرمائیں، مجلّہ بھی بہت عمدہ ہے اور اس میں پیغامات بھی بہت قیمتی ہیں۔ ''کنز الایمان کی عرب دنیا میں پذیرائی'' کے نام سے آپ کا مختصر کتابچہ موصول ہوا، الحمد للہ! یہ آپ کی قابل قدر اور چشم کشا کوشش ہے، کیونکہ جامعہ از ہر شریف نہ صرف عالم اسلام کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے بلکہ علمی اور اعتقادی اعتبار سے بھی اس کی ثقاہت مسلم ہے۔ آپ نے اس عنوان پر لکھ کر بہت اچھا قدم اٹھایا ہے۔ راقم نے عزیزم ممتاز احمد سدیدی کو لکھا ہے کہ الازھر کا وہ پرچہ تلاش کریں جس میں یہ خبر چھپی ہے۔

امام احمد رضا کے ایک معاصر

شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ

(۱۲۰۸ھ .... ۱۳۱۳ھ)

بزرگوں سے محبت رکھنا اور ان کے حالات بیان کرنا دراصل اس عظیم نعمت کا شکر بجالانا ہے کہ جس کی طرف قرآن حکیم نے اشارہ فرمایا---

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

جس نے حضرات اولیائے کرام کے کمالات کو نہیں پہچانا، اس نے اس انمول اور خاص نعمت کی قدر و قیمت کو نہ جانا ---اس میں شک نہیں کہ حضرات اہل اللہ کا ذکر دلوں کو قوی و روشن کرتا ہے، قرآن کریم میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات بیان کرنے کی یہی حکمت بتائی گئی کہ اس سے دل قوی ہوتے ہیں---اہل اللہ کے ذکر و افکار نے مشرق و مغرب میں ملت اسلامیہ کو جو قوت بخشی اس سے سب باخبر ہیں ---اولیاء کرام کی نسبت بڑی سعادت ہے---نسبت ہی نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو کہاں سے کہاں پہنچادیا--- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انسان اہل کمال کی صحبت اور عارفوں کے دیدار جمال سے بہرہ ور ہو جائے تو ان بزرگوں کے حالات سے باخبر رہنا بھی باعث ہمت افزائی اور تاریکیوں کو ختم کرنے والا ہے ،ان کے حالات سے واقف ہونے سے بھی وہی اثر ہوتا ہے جو ان کی صحبت سے، کیونکہ درحقیقت یہ بھی انکی صحبت میں رہنے کے مترادف ہے---(اخبار الاخیار ص ۲۸)

اولیائے کرام کے ذکر سے طمانیت اور عبرت و نصیحت حاصل ہوتی ہے اور اگر حسن عقیدت ہو تو ہر چیز مشاہدہ بن جاتی ہے---حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ کا شمار بھی انہی اولیائے کرام میں ہوتا ہے کہ جن کا ذکر دلوں کو قوی و روشن کرتا ہے---

آپ یکم رمضان المبارک ۱۲۰۸ھ بوقت صبح صادق اس دنیا میں تشریف لائے، حضرت پیران سیدنا غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے صبح سے شام تک دودھ نوش نہ فرمایا تاوقت یہ کہ وقت افطار آگیا اور جب سب نے روزہ افطار کیا تو آپ نے بھی دودھ پیا، یہی نہیں بلکہ ایام شیر خواری میں جب بھی رمضان المبارک آیا، آپ نے دن بھر دودھ نوش نہ فرمایا---بے شک اللہ جسے اپنا محبوب بنالیتا ہے اسے شریعت کی پاسداری عہد طفلی ہی سے ودیعت فرمادیتا ہے کہ وہ دوسروں کو شریعت کا تابع بنائے گا بھلا خود کیونکر خلاف شرع کام کرے---بچپن میں روزہ رکھنا اور دودھ نہ پینا شرعی حکم نہیں مگر آپ کا دودھ نہ پینا آپ کی ولایت کا اشارہ تھا---

آپ کے والد ماجد شاہ اہل اللہ ، لکھنؤ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن لکھنوی سے ارادت رکھتے تھے، آپ کی ولادت پر انہوں نے ہی آپ کا نام "فضل الرحمٰن" تجویز کیا تھا اور یہی تاریخی نام بھی ہے---(تذکرہ علمائے اہل سنت، صفحہ ۲۰۷، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۲ء)

ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی پھر مولانا نور الحق

★(ریسرچ اسکالر، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان)

ابن مولانا انوار الحق فرنگی محلی سے تحصیل علم کے بعد مولانا حسن علی لکھنوی کی معیت میں دہلی جا کر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے درس میں شریک ہوئے اور درس بخاری سے فیضیاب ہوئے، یہاں آپ نے پوری بخاری شریف کی سماعت کی---- تعلیم سے فارغ ہو کر واپس وطن لوٹ آئے ----علوم ظاہرہ سے سرفرازی کے بعد علوم باطنی کی طلب تھی چنانچہ ۱۲۳۹ھ میں حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی سے بیعت وارادت کا تعلق قائم کیا اور انہی کی صحبت فیض میں رہ کر منازل طریقت طے کیں---- حضرت شیخ نے باطنی تربیت کے بعد اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا---- خلق خدا کی تربیت واصلاح کا جذبہ لئے دہلی سے واپس لوٹے---- آپ کے اجداد میں حضرت شیخ شہاب الدین زاہد، آٹھویں صدی ہجری کے ابتداء میں ہندوستان تشریف لائے تھے اور بہار کو مسکن بنایا تھا----(ایضاً)

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن علیہ الرحمۃ دہلی سے "ملاواں" واپس لوٹے، یہیں عقد مسنونہ ہوا مگر کچھ ہی عرصہ بعد اہلیہ انتقال فرما گئیں---- ۲، محرم الحرام ۱۲۴۲ھ کو آپ "ملاواں" سے ہجرت کر کے "گنج مراد آباد" وارد ہوئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی ----کافی عرصہ تک مطابع میں قرآن پاک کی کتابت کی تصحیح کا کام کرتے رہے، پھر سلسلہ تبلیغ شروع کیا، دور دراز کے سفر کئے اور رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیا----(ایضاً)

۱۶/ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ کو شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کے دیوان ریاست میر کریم شیر علوی کی بھتیجی سے آپ کا دوسرا عقد ہوا جن سے ایک فرزند مولانا شاہ احمد میاں ۲۲/ محرم الحرام ۱۲۴۴ھ کو پیدا ہوئے----

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ نہایت متقی وپرہیزگار تھے، ایک جگہ تحدیث نعمت کے طور پر خود فرماتے ہیں----

"خدا کا ہم پر کرم ہے کہ ہم تین برس کی عمر سے استنجے اور ڈھیلے لینے کے پابند رہے اور تین سال ہی کی عمر سے وضو کر کے نماز پڑھتے، سات برس کی عمر ہوئی تو ہوش سے نماز ادا کرتے رہے اور دس برس کی عمر سے اب تک (۱۳۱۳ھ) باجماعت بفضلہ نماز ادا کرتے رہے----(تذکرہ رحمانی، صفحہ ۱۳۷، مطبوعہ کراچی)

آپ نے نہایت سادگی سے زندگی بسر کی، اللہ نے تمام نعمتوں سے نوازا تھا مگر فقط ایک جوڑا بدن ڈھانپنے کو ہوتا، جب تک وہ خراب نہ ہو جاتا، دوسرے کی خواہش نہ کی---- مونگ کی دال اور چاول کثرت سے استعمال فرماتے، مکئی اور باجرے کی روٹی بھی پسند کرتے بلکہ آخری ایام میں تو بس یہی غذا تھی، اپنے مہمانوں اور عقیدت مندوں کی بھی اسی سے تواضع فرماتے۔

آپ شریعت وسنت کے پابند تھے----ہمیشہ سفید لباس پسند کرتے، سر پر سنت کے مطابق عمامہ ہوتا، کبھی کبھی ٹوپی بھی استعمال فرماتے---- نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنے کے علاوہ تہجد اور اشراق وچاشت کے بھی پابند تھے---- آداب مسجد اور احترام سنت کے خود بھی پابند تھے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے رہتے، ننگے سر آنے والوں کو تنبیہ فرماتے، عقیدت مندوں کو مسجد میں سونے اور قیام وطعام نہ کرنے دیتے ----ایک مرتبہ کسی نے مشہور کیا کہ شریعت الگ چیز ہے اور طریقت الگ، آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے سخت جدوجہد کی

اور فرمایا کہ :

"تصوف (طریقت) میں محبت رسول ﷺ لازم ہے اور محبت رسول ﷺ کیلئے اتباع سنت دلیل ہے"----(تذکرہ رحمانی)

آپ کو قرآن وحدیث پر کامل دسترس حاصل تھی، روزانہ نماز عصر کے بعد ارادت مندوں کیلئے درس قرآن و حدیث ارشاد فرماتے جبکہ صبح کو نماز چاشت تاظہر بھی درس حدیث فرمایا کرتے تھے---- آپ کا درس، عقائد و اعمال کی درستگی اور اللہ و رسول (عزوجل و ﷺ) کی محبت دلوں میں اجاگر کرنے کا سبب ہوتا چنانچہ ایک مرتبہ آیۃ مبارکہ فیمسک الذی قضی علیها الموت الخ کے ضمن میں فرمایا کہ

"خدا روح کے ارسال و تمسک دو حالتوں کو بیان فرماتا ہے کہ روح جسم سے باہر نکال بھی لی جاتی ہے اور جسم میں چھوڑ بھی دی جاتی ہے اب اگر روح کو روک کر وہ خاص بدنی تعلق خدا منقطع کردے تو موت عارضی ہوگی لیکن اگر روح نکال کر وہ خاص بدنی تعلق خدا منقطع نہ کرے تو جسم میں حیاتی صفت بخوبی باقی وساری رہتی ہے پس جن بندوں کے ساتھ خدا روح کا بدنی تعلق باقی رکھتا ہے وہ حیات صفت سے بہر حال مالا مال رہتے ہیں، کل انبیاء و سردار انبیاء صلوٰت اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے حیات جسمانی بھی ذاتی صفت ہے جو موت عارض ہونے سے زائل نہیں ہوپاتی---- (تذکرہ رحمانی، صفحہ ۱۵۴)

ایک مرتبہ دوران درس امیر الملک نواب صدیق حسن خاں بھوپالی حاضر ہوئے، فرمایا، میاں صدیق حسن---- تم نے اپنی کتاب "مسلک الخیام" میں جو لکھا وہ سناؤ، چنانچہ عبارت سنائی گئی----

"التحیات میں السلام علیک سے خطاب اس لئے ہے کہ آنخضور علیہ السلام عالم کے ذرے ذرے میں موجود ہیں نمازی کو چاہیے کہ آنخضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر جان کر التحیات میں سلام عرض کرے کیونکہ نمازی کی ذات میں بھی آپ موجود و حاضر ہیں ----"

اس پر آپ نے فرمایا کہ----

"شاباش حق پسندی اسی کا نام ہے، خود سوچو کہ جب آنخضرت علیہ السلام عالم کے ذرے ذرے میں موجود و حاظر و ناظر ہیں تو پھر حیات حقیقی سے کیسے سرفرازنہ ہوں گے، مانی ہوئی حقیقت سے روگردانی ایمان کب ہے"----(ایضاً، صفحہ ۱۵۶)

دیگر کتب احادیث پر عبور کے علاوہ بخاری شریف آپ کو یاد تھی، چنانچہ ایک مرتبہ مولانا احمد حسن محدث سہارنپوری (م ۱۳۲۲ھ) آپ کی خدمت میں بخاری شریف کا ایک نسخہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنی نگرانی میں عمدہ کاغذ پر خوشخط بخاری شریف چھپوائی ہے---- آپ نے بخاری شریف کا وہ نسخہ لے بلا کسی انداز کے صفحات کھولنا اور غلطیاں بتانا شروع کردیں کہ یہاں یہ غلطی ہے یہاں یہ غلطی ہے، مولانا موصوف سہارنپوری کہتے ہیں کہ میں دیکھ کر حیرات رہ گیا کہ میں نے آٹھ سال تک اس کی کتابت کی خود تصیح کی ہے لیکن مجھے یہ غلطیاں نظر نہ آئیں اور دوسری حیرت اس بات پر کہ آپ ایسے غلطیاں بتا رہے تھے جیسے کہ آپ نے یہ جدید نسخہ بخاری میرے دکھانے سے قبل دیکھا ہوا ہو----(تذکرہ رحمانی ۱۲۲)

آپ کی زندگی کا اکثر حصہ حصول علم اور پھر دین کی تبلیغ واشاعت کی خاطر سفر میں گزرا---- جب عمر زیادہ ہوئی

تو ترک سفر کر کے گنج مراد آباد ہی میں مستقل قیام کیا، یہاں عقیدت مندوں کے علاوہ بڑے بڑے اکابر علماء اور مشاہیر آپ سے ملاقات کو حاضر ہوئے---امام اہل سنت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ بھی حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی رفاقت میں آپ سے ملاقات کو آئے، جب مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کو امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو فرمایا یہاں فقیر کے پاس کیا رکھا ہے! ان کے دادا عالم ہیں، ان کے والد عالم ہیں پھر بھی یہ شفقت فرمائی،---آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی آمد پر قصبہ سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور اپنے مخصوص حجرہ میں مہمان ٹھہرایا--- عصر کے بعد معمول کے درس میں حاضرین سے مخاطب ہو کر ان کے بارے میں فرمایا کہ :

"مجھے آپ کی پیشانی میں نور ہی نور نظر آتا ہے"---

پھر اپنی کلاں امام احمد رضا کو عنایت کی اور عزت کے ساتھ رخصت کیا---(تذکرہ رحمانی صفحہ ۳۲۲ / تذکرہ علماء اہل سنت صفحہ ۲۰۸)

ڈاکٹر علامہ اقبال ایک مرتبہ وزیر بھوپال منشی امتیاز علی کے ہاں لکھنؤ میں مہمان تھے، انہوں حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کا ذکر کیا تو علامہ موصوف منشی امتیاز علی کے ہمراہ ملاقات کو حاضر ہوئے، بوقت ملاقات خواہش ظاہر کی کہ کوئی ایسا وظیفہ ارشاد فرمائیں جس سے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو---آپ نے فرمایا کہ :

"والہانہ محبت خود سبب دیدار ہے تم اپنے میں وہ بات پیدا کر لو کہ آنحضرت علیہ السلام کی نگاہ مبارک خود تمہاری طرف اٹھ جائے یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے"---(تذکرہ رحمانی ۱۱۸)

آپ نے ۱۰۵ / سال کی طویل عمر پائی اور ۲۲ / ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ کو وصال فرمایا--- گنج مراد آباد (ہندوستان) میں مزار مرجع خلائق ہے جہاں ہر سال آپ کا عرس عقیدت واحترام کے ساتھ منایا جاتا ہے---آپ کے بعد آپکے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ احمد میاں فضل رحمانی (۱۲۴۴ھ.....۱۳۳۵ھ) اور پھر پوتے حضرت مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں فضل رحمانی (۱۲۹۹ھ.....۱۳۸۱ھ) مسند رشد وہدایت پر متمکن ہوئے---مولانا سید محمد قاسم حسین ہاشمی مصطفائی فضل رحمانی (بانی خانقاہ مصطفائی صوفی ٹولہ، بریلی شریف) حضرت مولانا شاہ محمد رحمت اللہ فضل رحمانی کے مشہور خلفاء میں سے تھے---آپ کا مجموعہ کلام "بہشتی چراغ" اور رسائل "یاد فیضان شریعت" اور "میلاد کا راز" آپکی یادگار ہیں---

مآخذ

۱---قرآن حکیم۔

۲---شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبوعہ کراچی

۳---علامہ شاہ بھولے میاں جوہر فضل رحمانی، تذکرہ رحمانی، مطبوعہ کراچی۔

۴---سید حاجی محمد قاسم حسین ہاشمی فضل رحمانی، میلاد کا راز، مطبوعہ کراچی۔

۵--- مولانا سید حاجی محمد قاسم حسین ہاشمی، مصطفائی فضل رحمانی، یاد فیضان شریعت، مطبوعہ کراچی۔

۶---مولانا محمود احمد قادری، تذکرہ علماء اہل سنت مطبوعہ کانپور ۱۹۷۶ء

کتبِ نو

نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں　　(سید محمد خالد قادری)

''شجرہ طیبہ قادریہ رضویہ''

(مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری)

صفحات......48 (رنگین آرٹ کارڈ سرورق)

ہدیہ......10/= روپیہ ڈاک ٹکٹ

ملنے کا پتے......اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، 5-B.2 نارتھ کراچی

''ہفت روزہ عقیدہ''

ایڈیٹر......فرحت حسین صدیقی

صفحات......4 (اخباری سائز)　قیمت......3/= روپے (فی شمارہ)

رابطہ......پوسٹ بکس نمبر 3705 کراچی (74600)

''میلاد کا راز''

مصنف......مولانا حاجی محمد قاسم حسین فضل رحمانی

صفحات......32　قیمت......15/= روپے

ملنے کا پتہ......قاسمی منزل، مکان نمبر 947، بلاک 15 دستگیر کالونی گلستان مصطفےٰ، کراچی

''صحابہ کرام اور تعظیم رسول''

مصنف......مولانا ابوبشیر محمد صالح قادری

صفحات......32　ہدیہ =12/ روپے

ناشر......مدینہ پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

''امام اور مقتدی جماعت کیلئے کب کھڑے ہوں''

مصنف......حضرت علامہ مفتی محمد اشرف قادری

صفحات......8　عام قیمت......6/= روپے

ناشر......مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

''امام احمد رضا اور عالم اسلام''

تالیف و ترتیب......پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات......196　قیمت......درج نہیں

ناشر......ادارہ مسعودیہ 5-E, 6/2، ناظم آباد کراچی

''حج و عمرہ''

مصنف......پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات......81　ہدیہ......درج نہیں

ناشر......ادارہ مسعودیہ 5-E, 6/2، ناظم آباد کراچی

''البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ''

تالیف......علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

صفحات......448　قیمت......150/= روپیہ

ناشر......رضا دارالاشاعت 25 رنشتر روڈ لاہور، پاکستان

''ماہنامہ سنی ترجمان کراچی''

ایڈیٹر......شاداب مصطفائی

صفحات......56　فی شمارہ قیمت......10/=

رابطہ......27-A معین پلازہ فرسٹ فلور بابائے اردو روڈ کراچی

''سونا جنگل رات اندھیری''

ازقلم......ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

صفحات......16　ہدیہ......6 روپیہ (ڈاک ٹکٹ)

ناشر......اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، 5-B.2، نارتھ کراچی